ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲ | ۹ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۵۷ء | شمارہ ۵۲

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

آج ہندو پاکستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی یادگار منائی جا رہی ہے۔ یہ جنگ اس زنجیر کی ایک کڑی تھی جس کی ابتدا انگریزی دور حکومت کے شروع میں ہی ہو چکی تھی۔ انگریزی راج کی قصیدہ خوانی کرنے والوں کو سوچنا چاہیئے کہ اگر یہ راج رعایا کے لئے بابرکت ہوتا تو اس کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ فوراً ہی کیوں شروع ہو جاتا۔

اس مختصر شذرہ میں جنگِ آزادی کی تاریخ پیش کرنا مقصود نہیں۔ اس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ ہم اس کی چند اہم کڑیوں کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ جنگ پلاسی۔ سلطان ٹیپوؒ کا نعرۂ جہاد۔ سیّد احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کا جہاد یہ جنگِ آزادی کی چند اہم کڑیاں ہیں۔ اس جنگ کا مقصد ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرا کے یہاں اسلامی نظریۂ حیات رائج کرنا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ جنگ ناکام رہی اور اس کی ناکامی کا سہرا بیگانوں کے نہیں بلکہ اپنوں کے سر ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

یہ ایک درد بھری داستان ہے جس کا ذکر چھیڑ کر تلخی پیدا کرنا مقصود نہیں۔ نہ ہم اپنوں کو مطعون کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جانیں اور احکم الحاکمین۔ ان کا معاملہ اس کے سامنے ہے۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ جب تک اس قسم کے اسلام اور قوم دشمن عناصر ہمارے اندر موجود رہیں گے۔ اسلام کے فروغ کے لئے ہماری کوئی تحریک آئندہ بھی کامیاب نہ ہو سکے گی۔

پاکستان بننے کے بعد عنانِ حکومت انگریزوں کے ہاتھوں سے نکل کر ان مسلمانوں کے ہاتھ میں آ چکی ہے۔ جو یہاں غیر اسلامی نظریۂ حیات کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ ان کو کتاب و سُنّت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ موقعہ آنے پر وہ اپنی کرسیوں کی حفاظت کے لئے اسلام اور مسلمانوں کو بھینٹ چڑھانے سے بھی نہیں ڈرتے۔ ان سے یہ امید رکھنا عبث ہے کہ وہ آئین کی ان دفعات پر عمل کریں گے۔ جن میں کتاب و سنّت کا ذکر آتا ہے۔

یہ نہایت خطرناک صورتِ حال ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لئے منظم جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ہم اس موقعہ پر ہر اس مسلمان سے درخواست کرتے ہیں جو پاکستان کو صحیح معنوں میں جمہوریہ اسلامیہ دیکھنے کا خواہشمند ہے کہ وہ اپنے دل میں پختہ عہد کرے کہ جب تک اس کی یہ خواہش بر نہیں آتی وہ اس کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا۔ ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ کہ اس قسم کی خواہش رکھنے والے افراد اور جماعتوں میں مکمل یکجہتی اور اتحاد ہونا چاہیئے۔ ہم جنگِ آزادی کی یادگار منانے والوں سے بھی عرض کریں گے کہ صرف جلسہ جلوس پر ہی اکتفا نہ کی جائے بلکہ اس موقعہ پر آئندہ کے لئے کوئی مستقل پروگرام مرتب کر کے قوم کو اس کے لئے تیار کیا جائے۔ تاکہ وہ آنے والے خطرناک دَور کا مقابلہ کرنے کے قابل بن سکے۔

آخر میں ہم ان تمام حضرات کے لئے جنہوں نے اس جنگ آزادی میں جانی اور مالی قربانی دی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے قرب میں بلند درجات پر فائز فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چل کر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

قانونی کمیشن

موجودہ غیر اسلامی قوانین کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کے لئے آئین کی رُو سے صدر مملکت کے لئے ضروری تھا کہ وہ آئین کے نفاذ سے ایک سال کے اندر اندر ایک کمیشن مقرر کرے۔ آئین کا نفاذ ۲۳۔ مارچ ۱۹۵۶ء کو ہوا تھا۔ صدر نے ۲۲۔ مارچ ۱۹۵۷ء کو کمیشن کے صدر کا اعلان کر دیا۔ باقی ارکان کمیشن کے صدر سے مشورہ کے بعد ان کے ناموں کا اعلان کیا جائیگا۔ ایک ماہ سے زائد عرصہ ہو چلا ہے۔ مگر ابھی تک صدر سے مشورہ نہیں ہو سکا۔ کمیشن کے صدر محترم لاہور میں قیام فرما ہیں۔ اور ان سے مشورہ کرنے والے کراچی میں ہیں۔ اتنی مسافت سے مشورہ ہو تو کس طرح۔ کراچی اور لاہور میں ٹیلیفون کا رابطہ بھی نہیں۔ پاکستان انٹرنیشنل ایرویز کے ہوائی جہاز اور خیبر میل بھی ان کو مشورہ کے لئے یکجا جمع نہیں کر سکتے۔ پھر دونوں فریق عدیم الفرصت ٹھہرے۔ ان کو دوسرے ضروری کاموں سے فرصت نہیں ملتی۔ ان حالات میں ارکان کے ناموں کا فیصلہ کرنے کے لئے کئی سال درکار ہوں گے۔

خدارا ذرا سوچئے یہ جگ ہنسائی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ خدا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ مسلمان کہلا کر اسلام سے یہ سلوک۔ یہ آثار اچھے نہیں۔ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی کیا آپ سے پہلے درجنوں وزیر اسلام دشمنی کے باعث بیک بینی و دوگوش اپنی کرسیوں سے الگ نہیں کر دیئے گئے۔ کیا آپ اس انجام سے اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتے ہیں؟

ہم نے تو یہی دیکھا کہ اس ملک میں وزارتوں کو قرار نہیں۔ پھر اگر آپ نے بھی رخصت ہونا ہے تو کوئی ایسا کام کر جائیے جس سے جانے کے بعد قوم آپ کے گن گائے۔ ان میں سب سے بڑا نیکی کا کام ہے قوانین کا اسلامی قالب میں ڈھالنا۔ اس سے قوم کو اعمال صالحہ کی ترغیب و ترہیب ہوگی۔ اور جو نیکیاں وہ کرے گی اس میں آپ کا حصہ ہوگا۔ ہمارا کام ہے سیدھی راہ سجھانا۔ کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے ؎

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

جس راستہ پر آپ گامزن ہیں یہ نہایت خطرناک راستہ ہے۔ اس راستہ پر چل کر آپ خود بھی ڈوبیں گے اور قوم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

متعلق اطلاعیہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۶ء کا گزٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲- شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۳- مئی ۱۹۵۷ء

انسانوں کی دو قسمیں

اور

دونوں کی زندگی کے نتائج

(۱) خدا پرست (۲) اغراض پرست

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام۔ اگر آپ انسانوں کے خیالات اور اعمال کو غور سے دیکھیں گے۔ تو آپ بآسانی اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں۔ جن کے دل میں اللہ تعالےٰ کا خوف ہے انہیں اس امر کا یقین ہے کہ اگر ہم اللہ تعالےٰ کو راضی رکھیں گے۔ تو وہ ہماری دنیاوی حالت اپنے فضل سے خوشگوار بنا دیگا۔ دنیا کی زندگی بھی اس کی رحمت سے اچھی گزر جائے گی۔ اور آخرت بھی سنور جائیگی۔ یہ لوگ کھانے میں پینے میں پہنتے ہیں۔ جاگتے ہیں۔ سوتے ہیں۔ کماتے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ شادی میں غمی میں غرضیکہ زندگی کے ہر لمحہ میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ ہمارا خدا ہم سے راضی رہے۔ جب ان لوگوں کی زندگی کا نصب العین رضاء الٰہی ہے تو اللہ تعالےٰ کی جو بات بھی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت انہیں معلوم ہو۔ اسے دل سے مانتے ہیں جس کا نام ایمان ہے۔ اور اپنی طاقت کے مطابق اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ جس کا نام اسلام ہے انہیں لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝)

سورہ البینۃ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے۔ اور نیک کام کئے۔ یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے بہشت ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ خدا پرستوں کو رضاءِ الٰہی کا تمغہ ملا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شاہنشاہی مہمان خانہ یعنی بہشت میں ان کے رہنے کا اعلان ہوگیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد مٹی سے پیدا شدہ انسان کے لئے اور کوئی درجہ عزت اور کمال کا باقی نہیں رہتا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم آمین یا الٰہ العالمین۔

ان خدا پرستوں کا مسلک انبیاء علیہم السلام والا ہی ہے

ابراہیمؑ کا مسلک (طریقہ)

(اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝) سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پارہ ۱

ترجمہ۔ جب اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) اس کے رب نے کہا۔ کہ فرمانبردار ہو جا۔ تو کہا میں جہانوں کے پروردگار کا فرمانبردار ہوں۔

یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اقرار کیا کہ میں بلاکسی شرط کے رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔ الحمد للہ آج جو صحیح معنی میں خدا پرست ہیں۔ ان کا طریقہ بھی یہی ہے۔ کہ بلا شرط اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی وصیت

(وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝)

سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پارہ ۱

ترجمہ۔ اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ کہ اے میرے بیٹو بیشک اللہ نے تمہارے لئے یہ دین چن لیا۔ سو تم ہرگز نہ مرنا۔ مگر در آنحالیکہ تم مسلمان ہو۔ (یعنی اللہ تعالےٰ کے ہر حال میں تابعدار رہو)

حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادوں کا دین

(اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَکَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِکَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ)

سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پارہ ۱

ترجمہ۔ کیا تم حاضر تھے۔ جب یعقوبؑ کو موت آئی۔ تب اس نے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے۔ انہوں نے کہا ہم آپ کے اور آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ جو ایک معبود ہے۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ ہم ہر حالت اور ہر عمل حیات میں فقط ایک اللہ تعالےٰ کے تابعدار رہینگے۔ جس کے سب انبیاء علیہم السلام تابع رہے ہیں۔ الحمد للہ آج کل کے سچے خدا پرستوں کا بھی یہی طریقہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلک

(قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ۝)

سورہ الزمر رکوع ۲ پارہ ۲۳

ترجمہ۔ کہدو۔ میں خالص اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

یعنی

اطاعت (فرمانبرداری) فقط اللہ تعالےٰ ہی کی کرتا ہوں۔ اور عبادت بھی اسی کی کرتا ہوں۔

الحمد للہ

آج بھی خدا پرستوں کا وہی مسلک ہے جو

انبیاء علیہم السلام کا متفقہ مسلک تھا۔ کہ ہر حال اور ہر کام میں فقط رضاء الٰہی کو پیش نظر رکھنا تاکہ اللہ تعالےٰ راضی رہے۔ اور اس کی رضا کے مقابلہ میں کسی مخالف کی پرواہ نہ کرنا۔ خواہ ساری قوم کیوں نہ ہو۔ اور خواہ اس قوم کا تاجدار ہی کیوں نہ ہو۔ اللھم اجعلنا من اتباعھم

اغراض پرستوں میں انتشار

برادرانِ اسلام۔ آپ نے دیکھ لیا۔ کہ سب خدا پرست ایک اللہ تعالےٰ کی رضا اور اسی کی رضا میں اپنے آپ کو فنا کرتے ہیں۔ چونکہ قبلہ مقصود ایک تھا اس لئے سب متحد تھے۔ اب اغراض پرستو کی حالت پر غور کیجئے۔ ان میں کبھی اتحاد پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

مشتے نمونہ از خروار

اغراض پرستوں کی نیتوں میں انتشار ملاحظہ ہو کسی کی خواہش ہے کہ میں بادشاہ بن جاؤں۔ کسی کی یہ کہ میں بڑا زمیندار بن جاؤں۔ کسی کی یہ کہ میں تجارت کرتے کرتے بڑا سیٹھ بن جاؤں۔ کسی کی یہ کہ میں بہت بڑی جائداد کا مالک بن جاؤں۔ اس انتشار خیالی کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہر ایک کی جد و جہد کا رُخ علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ کہ مذکورۃ الصدر مقاصد سب فطرت انسانی کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان انسانوں کو کبھی چین نصیب نہیں ہوگا۔ بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا منظر ہوگا۔ کہ ہر ایک کی اپنی اپنی لائن میں جس قدر وسعت ہوتی جائے گی۔ اسی قدر پریشانی بڑھتی جائے گی۔

مثلاً

ایک پنواڑی کو دیکھئے پہلے غریب تھا۔ فقط منڈی سے پان کی ایک ٹوکری تین روپے کی لاتا تھا۔ شام کو تین کی بجاء ساڑھے چار روپے کماکر ٹوکری خالی کرکے گھر لے جاتا تھا۔ ڈیڑھ روپیہ جو نفع حاصل ہوا تھا۔ اس میں بیوی بچّوں کا کھانا میسّر آجاتا تھا۔ رات کو بے فکر سوتا تھا۔ اب اسے اللہ تعالےٰ نے آسودہ حال بنا دیا۔ اور چار پانچ سو روپے کے مال سے ایک متوسط درجہ کی دُکان نکالی۔ نفع تو بیشک اسے پہلے سے زیادہ آتا ہے۔ مگر دُکان کو گھر نہیں لے جاسکتا۔ اس لئے رات کو مقفل کرکے چلا جاتا ہے ساری رات یہ فکر دامنگیر رہیگا کہ کہیں دُکان کا تالا توڑ کر چور سارا مال ہی نکالکر نہ لے جائیں۔ گویا کہ دُکان کے خیال سے ساری رات بے چین رہا۔

آگے چلئے

اسی پنواڑی کو اللہ تعالےٰ نے اور زیادہ مال دیا۔ حرص کی بناء پر اس نے دوسرے بازار میں ایک اور دکان نکال لی اور اس دُکان پر اپنے سالے کو بٹھا دیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اب دوکانوں سے آمدنی تو کافی بڑھ گئی۔ مگر جب پان بیچتا تھا تو رات کو کوئی فکر نہ تھی۔ اب دو دُکانوں سے چوری ہو جانے کا فکر دامنگیر رہتا ہے۔ اسی پر اور حریصوں کی زندگی کو قیاس کر لیجئے۔ بقول شخصے

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ان اغراض پرست حریصوں کو دُنیا میں کبھی چین نصیب نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ ان دنیاداری کے دھندوں میں غرق رہنے کے باعث اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائیگا۔

اغراض پرستوں کا معبود اپنی غرضیں ہی ہیں

ارشاد الٰہی ملاحظہ ہو

(اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ۝)

سورہ الفرقان رکوع ۴ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنا خُدا اپنی خواہش کو بنا رکھا ہے پھر کیا تو اس کا ذمہ دار ہوسکتا ہے۔

خُدا وہ ہے

جس کی رضا حاصل کرنے کے لئے انسان سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جس طرح خدا پرست خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے جان۔ مال۔ عزّت قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح غرض پرست، انسان دین۔ ایمان۔ عزّت سب کچھ خرچ کرکے بھی اپنا مطلب پُورا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ

انگریز کی حکومت کے دور میں

سی۔ آئی۔ ڈی (خفیہ پولیس) کے آدمی اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کے خلاف محض اس لئے ڈائریاں دیتے تھے کہ وہ انگریز کی نظر میں زیادہ مقبول ہو جائیں۔ ان کے عہدے کا گریڈ بڑھ جائے۔ اور تنخواہ میں ترقی ہو جائے۔ خواہ وہ اللہ تعالےٰ کا نیک بندہ عالمِ دین یعنی نائبِ رسولؐ ہی کیوں نہ ہو۔ جو محض اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خدا کے بندوں کو کتاب و سُنت کی تعلیم دے رہا ہو۔ مخلوق خُدا کو ہدایت ہو رہی ہو۔ ان اغراض کے بندوں کا گریڈ بڑھ جائے۔ خواہ دین کا دروازہ بند ہو جائے۔ قرآن مجید اور سُنّت رسول کی اشاعت کرنے والے کو ہتھکڑی لگ جائے۔ وہ جیل میں جائے اس کے بال بچّے اس کی جُدائی میں آہ و زاری کرتے کرتے جاں بلب ہو جائیں۔ ان سے فائدہ اُٹھانے والے انسان ان پر لعنتیں بھیجیں۔ انہیں ان چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ انگریز کے وقت میں اس قماش کے آدمی ایک دو نہیں بلکہ ہندوستان کی سرزمین پر ان کی تعداد جمع کی جاتی۔ تو ہزاروں تک پہنچ جاتی ایسے لوگوں کے حق میں کہا جاسکتا ہے کہ ان کا خدا فقط اپنی دُنیاوی اغراض تھیں۔

یہ وبا عام ہے

آج کل میرے مغربی پاکستان میں تو اغراض پرست انسانوں کی اکثریت ہے۔ جنہیں نہ اللہ تعالےٰ کا خوف۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا لحاظ۔ نہ موت کا کھٹکا۔ نہ قبر کے عذاب کا خطرہ۔ نہ میدانِ محشر میں حساب کتاب دینے پر یقین۔ نہ دوزخ سے بچنے کی کسی تدبیر کا خیال۔ دن رات محض اپنی اغراض پوری کرنے کے لئے دربدر خاک بسر رہتے ہیں۔ ایسے بدنصیبوں کے حق میں سدا

بیچین رہنے کے متعلق شاہنشاہی اعلان

(وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ۝) سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶

ترجمہ۔ اور جو میرے ذکر سے مُنہ پھیرے گا۔ تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی۔ اور اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اُٹھائینگے۔ کہے گا اے میرے رب تونے مجھے اندھا کرکے کیوں اُٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائیگا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں۔ پھر تُونے انہیں بُھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی

بھلایا گیا ہے۔

شاہنشاہی اعلان

اغراض پرست سخت گمراہ اور ظالم ہیں

(فَاِنۡ لَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یَتَّبِعُوۡنَ اَهۡوَآءَهُمۡ ؕ وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝) سورہ القصص رکوع ۵ پارہ ۲۰

ترجمہ - پھر اگر تمہارا کہنا نہ مانیں تو جان لو کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں - اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا - جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی جب یہ لوگ نہ ہدایت کو قبول کرتے ہیں۔ اور نہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کر سکتے ہیں۔ تو یہ ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کو راہ ہدایت پر چلنا مقصود ہی نہیں۔ محض اپنی خواہشات کی پیروی ہے۔ جس چیز کو دل چاہا۔ مان لیا جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا رد کر دیا۔ بتلائیے ایسے ہوا پرست ظالموں کو کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ اللہ کی عادت اُسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ کرے۔ اور محض ہوا و ہوس کو حق کا معیار نہ بنائے۔"

دُعا

اللہ تعالٰے سے دُعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو خدا پرست بنائے - اور اغراض پرستی کی مہلک بیماری سے بچائے - جس سے دُنیا اور آخرت دونوں جہان برباد ہو جاتے ہیں - آمین یا الٰہ العالمین -

فدایان حضرت مدنی کی خدمت میں درخواست

امام الاتقیاء عمدۃ المحدثین قدوۃ الصالحین حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی مدت فیوضاتہم کی مفصل سوانح حیات مرتب کرنے کا بعض سعید احباب نے ارادہ کر لیا ہے۔ اس لئے جن بزرگ کے پاس اس سلسلہ میں کچھ مواد ہو یا وہ اپنے کسی مشورہ سے سرفراز فرمانا چاہتے ہوں تو پتہ ذیل پر یاد فرمائیں۔

قاضی محمد زاہد الحسینی محلہ کنج جدید ایبٹ آباد

مجلس ذکر

منعقدہ یکم شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۲ - مئی ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

امراضِ رُوحانی سے شفا اہل اللہ سے تربیت کرانے سے حاصل ہوتی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؕ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا من یّھدہ اللہ فلا مضلّ لہ ومن یّضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد انّ سیّدنا ومولٰنا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ -

امّا بعد - مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے جن کا اللہ اللہ کرنے کا تعلق اس گنہگار سے ہے ہم اللہ کا نام لیتے ہیں - دوسرے احباب بھی آ بیٹھتے ہیں۔ ع

چشم ما روشن دل ما شاد

انسان کے اندر بعض روحانی بیماریاں ہیں - ان کا ذکر قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں آتا ہے - یہ اللہ اللہ کرنے کا تعلق ان امراض سے شفا پانے کے لئے ہوتا ہے - یہ رُوحانی بیماریاں ایسی مہلک ہیں کہ اگر ان سے یہاں شفا نہ ہوئی تو مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی - اور ممکن ہے کہ قیامت کے دن حضورؐ کے حوض کوثر سے بھی دھکے دے کر ہٹا دیا جائے - عوام اور انگریزی دان طبقہ کو تو جانے دیجئے علمائے کرام ان سے عبور تو کر جاتے ہیں مگر ان سے وہ بھی اکثر شفایاب نہیں ہوتے -

ان امراض رُوحانی میں سے ایک بیماری حسد کی ہے - اس کے متعلق آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمۡ وَالۡحَسَدَ فَاِنَّ الۡحَسَدَ يَاۡكُلُ الۡحَسَنَاتِ كَمَا تَاۡكُلُ النَّارُ الۡحَطَبَ (رواہ ابو داؤد) (ترجمہ - حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے - وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا - حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ - اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے - جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے)

کیا اس حدیث کے پڑھنے یا سُننے سے حسد نکل جاتا ہے ؟ ہرگز نہیں - حسد کے معنی یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالٰے نے دوسرے کو دے رکھی ہے وہ اس سے چھن جائے - اور مجھے مل جائے - یہ حرام ہے - حسد کے مقابلہ میں غبطہ ہے اس کا فارسی ترجمہ رشک ہے اور پنجابی میں اسے ریس کہتے ہیں - یہ جائز ہے - اس کے معنی یہ ہے کہ اے اللہ تو نے فلاں نعمت جو فلاں شخص کو دے رکھی ہے اس کی بحال رہے - تیرے خزانے میں کیا کمی ہے - مجھے بھی عطا فرما دے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضورؐ میں صحابہ کرام وہبًا امراض رُوحانی سے شفایاب ہو جاتے ہیں - آپؐ کا عکس پڑا اور تمام امراضِ روحانی نکل جاتے تھے - اب کسبًا ان سے شفا حاصل کرنی پڑتی ہے - مَیں مثال کے طور پر عرض کیا کرتا ہوں کہ صحابہ کرام کو قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے نہ صرف کی ضرورت تھی اور نہ نحو کی - لیکن ہمیں دونوں کی ضرورت ہے - کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں بن سکتا جب تک ان دونوں علوم کو نہ پڑھے -

یہ تو تمہید تھی - آج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایک ارشاد کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - بعض کتابوں میں آپؐ کی ایک دُعا آتی ہے - اَللّٰھُمَّ جَعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا (ترجمہ - اے اللہ مجھے اپنی نظر میں چھوٹا (ذلیل) اور دوسروں کی نظر میں بڑا (معزز) بنا دے) یہ تو آپؐ کی دُعا ہے - اس کا رنگ بھی ملاحظہ ہو عَنْ عمرؓ قَالَ قَالَ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلم لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ (متفق علیہ) (ترجمہ - حضرت عمرؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نہ بڑھانا جس طرح نصاریٰ نے ابنِ مریمؑ کو بڑھایا - پس سوائے اس کے نہیں کہ میں اس (اللہ) کا بندہ ہوں - پس کہو - اللہ کا بندہ اور اس کا رسول) ہمارا عقیدہ ہے کہ آپؐ جیسا نہ آسمان پر کوئی فرشتہ ہے - اور نہ زمین پر کوئی انسان - یہی رنگ آپؐ کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام میں نظر آتا ہے -

حضرت عمرؓ کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے لیکن ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ سے جن کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ راز کی باتیں ہوتی تھیں - ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرا نام کہیں منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ میں اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی جس کا ذکر مشکوٰۃ شریف میں باب البکاء والخوف کی اس روایت میں آتا ہے

ابی بردہ بن ابی موسیٰؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے کہا تم جانتے ہو میرے باپ نے تمہارے باپ سے کیا کہا تھا - میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں - عبداللہؓ نے کہا - میرے باپ نے تمہارے باپ سے کہا تھا - اے ابو موسیٰؓ کیا یہ بات تجھ کو خوش کرتی ہے - کہ ہمارا اسلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم (کی بعثت) کے ساتھ تھا - اور ہماری ہجرت آپ کے ساتھ تھی اور ہمارا جہاد آپ کے ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال آپ کے ساتھ تھے جو ہمارے مال غنیمت کی طرح ہیں - (یعنی ثابت و برقرار) اور آپ کے بعد جو عمل ہم نے کئے ہیں ان سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں، تو ہمارے لئے کافی ہے - تمہارے باپ نے یہ سُن کر میرے باپ سے کہا نہیں یوں نہیں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے جہاد کیا - ہم نے نماز پڑھی - ہم نے روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال ہم نے کئے اور ہمارے ہاتھوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہُوئے اور امید ہے کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا" میرے باپ نے یہ سُن کر کہا - لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں - جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ کے ساتھ کئے ہیں وہی ثابت و برقرار رہیں - اور جو ہم نے آپ کے بعد کئے ہیں ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں میں نے یہ سُن کر کہا کہ تمہارے باپ خُدا کی قسم میرے باپ سے بہتر تھے (بخاری)

یہی کمال ہے کہ انسان سب کچھ ہو اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے - ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں - کہ انسان ہر کافر فرنگ - ملحد اور زندیق کو اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھے -

ہم ان کو مجدد مانتے ہیں اور یہ اُن کا حال ہے - حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا - جو دین کو زندہ کرے گا - مجدد صاحبؒ کو جہانگیر نے دربار میں طلب کیا - تشریف لائے تو دربار کے جو آداب تھے وہ بجا نہ لائے - یعنی سر جھکا کر کورنش نہ بجا لائے - بادشاہ نے اصرار کیا - لیکن آپؒ نے صاف انکار کر دیا - اس کے بعد بادشاہ جھک گیا - کہ اچھا بادشاہ کی نشست کے نیچے سے ہی گزر جائیے - یہ بھی نہ مانے - گوالیار کے قلعہ میں قید ہونا منظور فرمایا - لیکن بادشاہ کے سامنے سر نہ جھکایا - ادھر تو یہ حالت ہے کہ بادشاہ کے سامنے بھی نہ جھکے ادھر ہر کافر فرنگ ملحد اور زندیق کو اپنے آپ سے بدرجہا بہتر سمجھتے ہیں -

شیخ کامل اور طالب صادق ہو تو انسان کی ہستی فنا ہو جاتی ہے - پھر اس کی نظر اپنے کمالات پر نہیں پڑتی - بلکہ وہ اپنی کمزوریوں کو دیکھتا ہے - پھر یہ سمجھتا ہے کہ میں تو ایسا پلید ہوں - جو میرے ساتھ لگ جاتا ہے وہ بھی پلید ہو جاتا ہے - مُرغ - سبزی - پھل - اناج - دُودھ وغیرہ یہ سب چیزیں پاک ہیں - میں نے ان کو کھا کر پاخانہ بنا دیا - ان کے اندر بدبو میری وجہ سے پیدا ہوئی ہے - کامل کی صحبت نصیب ہو جائے تو فاضل اجل بھی سمجھنے لگتا ہے کہ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں - کامل طبیعت کا رُخ پھیر دیتا ہے - پھر انسان سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ نجات ہو جائے - ورنہ تُو تو اتنا خبیث ہے کہ خدا کا رزق برباد کرنے کے سوا تیرا کوئی کام نہیں -

کتابیں پڑھنے سے امراضِ روحانی سے شفا نہیں ہوتی اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے ع

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

اللہ تعالےٰ چاہیں تو سب کو کلمہ کن سے اولیاء اللہ بنا دیں - چنانچہ اُس نے ملائکہ عظام کو ولی اللہ بنا رکھا ہے - ان کی تعداد انسانوں سے کئی گنا ہے - ایک کے فرشتے کراماً کاتبین انسانوں سے چار گنا ہیں - وہ ہر انسان کے ساتھ چار ہیں - دو دن کے دو رات کے - لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحبت سے متاثر ہونے والا بنایا ہے - کسی کامل سے تربیت کرائے تو پھر انسان اپنے عیوب کو دیکھتا ہے خوبیوں کو نہیں دیکھتا - اللہ تعالےٰ تو کافر فرنگ کے متعلق فرمائیں لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ - لیکن مجدد صاحبؒ اس کو بھی اپنے سے اچھا جانتے ہیں - ان کو اس کی خوبیاں اور اپنے عیب نظر آتے ہیں -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرائض اربعہ کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے -

(ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ الآیۃ (سورہ الجمعہ رکوع پارہ ۲۸)

ترجمہ - وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا - جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے - اور انہیں پاک کرتا ہے - اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے -

تعلیم کتاب اور چیز ہے اور تزکیۂ نفس اور چیز ہے - تزکیہ کی برکت سے انسان کے اندر سے امراضِ روحانی نکل جاتے ہیں - اگر اس کے اندر صلاحیت ہو تو یہ صحبت سے متاثر ہوتا ہے - کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے - حضورؐ سے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ البراء قَالَ بَعَثَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم رھطًا الیٰ ابی رافع فَدَخَلَ علیہ عبداللّٰہ بن عتیکؓ بیتہ لیلًا وھو نائم فقتلہ فقال عبداللّٰہ بن عتیکؓ فوضعت السیف فی بطنہ حتّٰی اَخَذَ فی ظھرہ فعرفتُ انی قَتَلْتُہٗ فجعلتُ افتح الابواب حتی انتھیت الی درجۃٍ فوضعت رجلی فوقعت فی لیلۃٍ مُقْمِرَۃٍ فَانکَسَرَتْ ساقی فَعَصَبْتُھا بعمامۃ فانطلقت الی اصحابی فانتھیت الی النَّبِیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فحدّثتہ فقال اُبْسُطْ رجلک فبسطتُ رجلی فَمَسَحَھا فکانما لم اشتکھا قط رواہ البخاری

ترجمہ۔ براءؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابو رافع کے پاس بھیجا (اس جماعت میں سے) عبداللہ بن عتیکؓ رات کے وقت ابو رافع کے گھر میں داخل ہوئے جبکہ وہ سو رہا تھا اور اس کو مار ڈالا۔ عبداللہ بن عتیکؓ کا بیان ہے کہ میں نے ابو رافع کے پیٹ پر تلوار رکھی یہاں تک کہ وہ اس کی پشت سے نکل گئی۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس کو مار ڈالا۔ پھر میں نے (اس کے قلعے) دروازے کھولنا شروع کئے (تاکہ باہر نکل جاؤں) یہاں تک کہ میں ایک زینہ پر پہنچا۔ چاندنی رات تھی یونہی میں نے پاؤں نیچے رکھا کہ میں گر پڑا۔ اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اپنی پگڑی سے پنڈلی کو باندھ لیا۔ اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلا۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ پھیرا اور وہ اچھا ہوگیا۔ گویا اس میں چوٹ ہی نہ لگی۔ بخاری

عن جابر قال اِنّا یوم الخندق نحفر فعرضت کُدْیَۃٌ شَدِیدۃٌ فجاءوا النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فقالوا ھذہ کدیۃٌ عرضت فی الخندق فقال اَنا نازل ثم قام وبطنہ معصوب بحجرٍ ولبثنا ثلٰثۃ ایام لانذوق ذواقاً فاخذ النَّبِیُّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم المِعْوَل وضرب فعاد کثیباً اَھْیَل فانکفأت الی امرأتی فقلت ھل عندکِ شیٔ فانی رأیت بالنَّبِیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خمصاً شدیداً فاخرجت جراباً فیہ صاع من شعیر ولنا بھمۃ داجنٌ فذبحتُھا وَطَحَنَتْ الشعیر حتی جعلنا اللَّحْمَ فی البرمۃ ثم جئت النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فسارر تہ فقلت یا رسول اللّٰہ ذبحنا بُھَیْمَۃً لنا وَطَحَنْتُ صاعاً من شعیر فتعال انت ونفرٌ معک فصاح النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا اھل الخندق ان جابراً صَنَعَ سورا فحیَّ ھلًا بکم فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَاتُنْزِلُنَّ برمتکم وَلا تخبزُنَّ عجینکم حتی اَجِیْءَ وجاء فَاَخْرَجْتُ لہ عجینا فبصق فیہ وبارکَ ثم عَمَدَ الی بُرْمَتِنَا فبصق وبارکَ ثم قال ادْعِی خابزۃً فلتخبز معک واقدحی من برمتکم ولا تُنْزِلوھا وھم الف فَاُقْسِمُ باللّٰہ لا اکلوا حتی ترکوہ وانحرفوا وَان برمتنا لتغطّ کما ھی وان عجیننا لیُخْبَز کما ھو متفق علیہ

ترجمہ۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ غزوہ احزاب میں ہم خندق کھود رہے تھے۔ ایک سخت پتھر نکل آیا (جو کسی طرح نہ ٹوٹا) صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ایک سخت پتھر خندق کے اندر نکل آیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں خندق میں اُتر کر دیکھوں گا۔ یہ فرما کر آپؐ کھڑے ہوگئے اور حالت یہ تھی کہ شدتِ بھوک سے آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور تین دن سے ہماری حالت یہ تھی کہ ہم نے چکھنے کی کوئی چیز نہیں چکھی تھی (یعنی تین روز سے کچھ نہ کھایا تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال ہاتھ میں لیا اور پتھر پہ مارا۔ وہ سخت پتھر پھسلتے ریت کے مانند ہوگیا۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں وہاں سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہُوا۔ اور اپنی بیوی کے پاس جاکر کہا۔ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بھوکا پایا ہے۔ میری بیوی نے ایک تھیلہ نکالا۔ جس میں ایک صاع جو تھے (یعنی ساڑھے تین سیر کے قریب) اور ہمارے پاس ایک گھر کا پلا ہُوا بھیڑ کا بچہ تھا۔ میں نے اس بچّہ کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا۔ پھر میں نے ہانڈی میں گوشت ڈال کر اُس کو چڑھا دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آہستہ سے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ ہم نے بھیڑ کا ایک بچّہ ذبح کیا ہے۔ اور ایک صاع جَو پیسے ہیں۔ آپؐ اپنے چند دوستوں کے ساتھ تشریف لے چلئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کر بلند آواز سے پکار کر فرمایا۔ خندق والو۔ چلو جابرؓ کھانا کھلانے کے لئے تیار کیا ہے۔ ہاں جلدی چلو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ تم اپنی ہانڈی چولھے سے نہ اُتارنا اور آٹا نہ پکانا۔ جب تک کہ میں نہ آجاؤں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے۔ اور میں گندھا ہُوا آٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لے آیا۔ آپؐ نے آٹے میں آبِ دہن ڈالا اور برکت کی دُعا کی پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں بھی دہن مبارک کا لعاب ڈالا۔ اور برکت کی دُعا کی۔ اور پھر فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بُلاکر وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے۔ اور سالن ہانڈی میں سے نکال اور ہانڈی کو چولھے پر رہنے دو۔ جابرؓ کا بیان ہے۔ کہ خندق والے ایک ہزار آدمی تھے۔ خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ سب نے کھانا کھالیا اور باقی چھوڑ دیا۔ اور واپس چلے گئے اور ہماری ہانڈی بدستور بھری ہوئی تھی۔ جیسی کہ کھانا کھلانے سے پہلے تھی۔ اور آٹا پکایا جا رہا تھا۔ جیساکہ وہ شروع میں تھا۔

مدرسہ عربیہ

مدرسہ عربیہ زیر سرپرستی مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر فاضل دیوبند۔

مندرجہ ذیل اسباق امسال مدرسہ عربیہ اسلامیہ گکھڑ میں ہونگے۔ انشاء اللہ

(۱) شرح عقائد اور اس کے بعد رشیدیہ اور اس کے بعد سراجی۔
(۲) مقامات حریری اور اسکے بعد سبعہ معلقہ
(۳) ہدایۃ النحو اور اس کے بعد کافیہ
(۴) مسلم العلوم اور اس کے بعد محیط الدائرہ
(۵) ترجمہ قرآن کریم۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کم از کم تین طلباء ایک سبق میں ہونگے۔ تو اسباق شروع ہوں گے اور اُن سے الگ اور کوئی سبق شروع نہ ہوگا۔

طلباء کرام جلد از جلد خط و کتابت کے ذریعے فیصلہ فرماکر بُلانے پر تشریف لائیں۔

نوٹ:۔ جن بزرگانِ دین کی نظر سے یہ اشتہار گذرے وہ عربی طلباء کو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

المشتہر
ملک محمد اقبال سکرٹری انجمن اسلامیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

شکر گزاری کی برکتیں

(از جناب ایم - عبد الرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

کفرانِ نعمت کی سزا

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۚ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ

پ ۱۳ ع ۱۷

ترجمہ - تُو نے نہ دیکھا اُن کو جنہوں نے بدلہ کیا۔ اللہ کے احسان کا ناشکری - اور اُتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں - جو دوزخ ہے - داخل ہوں گے اس میں - اور وہ بُرا ٹھکانا ہے - اور ٹھیرائے اللہ کے لئے مقابل - تاکہ بہکائیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے -

اس آیت میں کفار اور مشرکین کے سردار مراد ہیں - خصوصاً رؤسائے قریش جن کے ہاتھ میں اُس وقت عرب کی باگ تھی یعنی حق تعالےٰ نے اُن پر کیسے احسان کئے - ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر کو بھیجا - قرآن اُتارا، اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا - عرب کی سرداری دی - انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ کیا کہ خدا کی ناشکری پر کمربستہ ہوگئے - اُس کی باتوں کو جھٹلایا - اُس کے پیغمبر سے لڑائی کی - آخر اپنی قوم کو لے کر تباہی کے گڑھے میں جا گرے - خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر منعمِ حقیقی کی شکر گزاری اور اطاعت شعاری میں لگتے - یہ تو نہ ہُوا - اُلٹے بغاوت پر کمربستہ ہوگئے خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کر دیں - جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے - اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا وہ مختلف عنوانوں سے اُن کے لئے ثابت کرنے لگے تاکہ اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی راہ ماریں اور انہیں بہکا کر اپنے دامِ سیادت میں پھنسائے رکھیں - بیوقوفوں کو جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کر لو اور دُنیا کے مزے اُڑا لو - مگر تابہ کے - آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنا ہے - کیونکہ اس مزے اُڑانے کا یہی نتیجہ ہوگا -

۲- اسی طرح اللہ تعالےٰ سورہ نحل کے ۱۵ رکوع پارہ ۱۴ میں مثال فرماتا ہے کہ ایک بستی تھی جس میں نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا تھا نہ اندر سے کسی طرح کی تشویش - خوب امن چین سے زندگی گزرتی تھی - کھانے کے لئے غلّے اور پھل وغیرہ کھنچے چلے آتے تھے گھر بیٹھے دُنیا کی نعمتیں ملتی تھیں - اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی کی قدر نہ پہچانی، دُنیا کے مزوں میں پڑ کر ایسے غافل اور بدمست ہوئے کہ منعمِ حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا - بلکہ اس کے مقابلہ میں بغاوت کی ٹھان لی - آخر خدا تعالےٰ نے اُن کی ناشکری اور کُفرانِ نعمت کا مزا چکھایا - امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراخ روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے اُن کو اس طرح گھیر لیا - جیسے کپڑا پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے - ایک دم کے لئے بھی بھوک اور ڈر اُن سے جُدا نہ ہوتا تھا - ظاہری نعمتوں کے علاوہ ایک بڑی بھاری نعمت بھی اُن کو دی گئی تھی - یعنی اُنہی کی قوم و نسب میں سے ایک رسول بھیجا گیا - جس کا اتباع کر کے وہ خدا کی خوشنودی کے بڑے اُونچے مقامات حاصل کر سکتے تھے - اُنہوں نے اتباع و تصدیق کی جگہ اُس کی تکذیب و مخالفت پر کمر باندھ لی - اور اس طرح پستی میں گرتے چلے گئے - آخر قدیم سنت اللہ کے موافق ظالموں اور گنہگاروں کو عذاب نے آپکڑا - پھر کسی کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی -

اس بستی سے مکّہ معظمہ بھی مراد ہو سکتی ہے - جہاں ہر قسم کا امن چین تھا اور باوجود وادیٔ غیر ذی زرع کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے - اہلِ مکّہ نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی، شرک و عصیاں بے حیائی اور اوہام پرستی میں منہمک ہوگئے پھر خدا تعالےٰ نے سب سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں بھیجی اس کے انکار و تکذیب میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا - آخر خدا تعالےٰ نے امن و اطمینان کی بجائے مسلمان مجاہدین کا خوف اور فراخ روزی کی جگہ سات سال کا قحط اُن پر مسلط کر دیا - جس میں کُتّے اور مردار تک کھانے کی نوبت آگئی - پھر بدر کے معرکہ میں غازیانِ اسلام کے ہاتھوں خدا کا عذاب اُن پر ٹوٹ پڑا - ادھر تو یہ ہُوا اور دوسری طرف جو لوگ ان ظالموں کے جور و ستم سے تنگ آکر گھر بار چھوڑ بھاگے تھے - اُن کو خدا نے بہتر ٹھکانا دیا - دشمنوں کے خوف سے مامون و مصئون بنایا - روزی کے دروازے کھول دیئے - زبردست دشمنوں پر فتح عنایت کی - بلکہ اقلیموں کا بادشاہ اور متقیوں کا امام بنا دیا -

اے مسلمانو! تم اس قسم کی حرکات سے بچتے رہنا - جن کی بدولت مکّہ والوں پر مصیبت ٹوٹی - جس کو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہو اُسے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال و طیب روزی سے فائدہ اُٹھائے - اور اُس کا احسان مان کر شکر گزار بندہ بنے - حلال کو حرام نہ سمجھے اور نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتے وقت منعمِ حقیقی کو نہ بھولے - بلکہ اس پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے - اور اسی کے احکام و ہدایات کی پابندی کرے -

کسے را کہ باشد دلِ حق شناس
نشاید کہ بندد زبان سپاس
نفس جز بشکرِ خدا بر میار
کہ واجب بود شکرِ پروردگار
ترا مال و نعمت فزاید زشکر
ترا فتح از در در آید زشکر
اگر شکرِ حق تا بروزِ شمار
گزاری نباشد یکے از ہزار
ولے گفتنِ شکر اولے تراست
کہ اسلام را شکر او زیور است
گر از شکر ایزد نہ بندی زبان
بدست آوری دولتِ جاوداں

(رکوع ۲)

۳- لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ۝ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ۝

پارہ ۲۲ ع ۸

ترجمہ - تحقیق قوم سبا کو تھی اُن کی بستی میں نشانی - دو باغ داہنے اور بائیں - کھاؤ روزی اپنے رب کی اور اُس کا شکر کرو - شہر ہے پاکیزہ اور رب ہے گناہ بخشنے والا - پھر دھیان میں نہ لائے - پھر چھوڑ دیا ہم نے ان پر ایک نالہ زور کا - اور دیئے ہم نے ان کو بدلہ میں

ان دو باغوں کے دو اور باغ - جن میں کچھ میوہ کسیلا تھا اور جھاؤ اور کچھ بیر تھوڑے سے - یہ بدلا دیا ہم نے ان کو اس پر کہ اُنہوں نے ناشکری کی - اور ہم یہ بدلہ اُسی کو دیتے ہیں جو ناشکر ہو -

ان آیات میں ایک ناشکر قوم سبا کا ذکر کیا جاتا ہے - جو بڑے عیش و آرام خوشحالیٔ فارغ البالی کے بعد کفر و ناسپاسی کی سزا میں تباہ کی گئی - یہ قوم یمن کی بڑی دولتمند اور ذی اقتدار قوم تھی - جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے حکومت کرتی رہی - ان ہی میں ایک ملکہ بلقیس تھی جس کا حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں حاضر ہونا سورہ نمل میں گزر چکا ہے - باغوں کے دو طویل سلسلے داہنے اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے اگر سمجھتے تو خدا کی رحمت و قدرت کی یہی نشانی ایمان لانے اور شکرگزار بننے کے لئے کافی تھی - گویا وہ نشانی زبانِ حال سے کہہ رہی تھی کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو - اور اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو - انبیاء کی زبانی اللہ تعالےٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہوگی - کہتے ہیں کہ تیرہ نبی اس قوم کی طرف بھیجے گئے غرض بہ اعتبار سرسبزی، خوشحالی، سامانِ عیش اور آب و ہوا معتدل ہونے ' مارب ' اسی کا مصداق تھا - بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ، رب غفور سے ادھر اشارہ کر دیا - کہ اپنی طرف سے شکرگزار ہو - اگر بمقتضائے بشریت کچھ تقصیر رہ جائے گی تو اللہ تعالےٰ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ایسا سخت نہیں پکڑتا اپنی مہربانی سے معاف فرمائے گا - اُس کی نعمتوں کا شکر کما حقہٗ کس سے ادا ہو سکتا ہے - وہ لوگ نصیحتوں کو خاطر میں نہ لائے اور منعمِ حقیقی کی شکرگزاری سے مُنہ موڑے رہے - تب اللہ تعالےٰ نے پانی کا سیلاب بھیج دیا - وہ بند ٹوٹا تمام باغات اور زمینیں غرقاب ہو گئیں اور اُن اعلےٰ درجہ کے نفیس میووں اور پھلوں کی جگہ نکمے درخت اور جھاڑ جھنکاڑ رہ گئے - جہاں انگور چھوارے اور قسم قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی تھیں اب وہاں پیلو، جھاؤ کسیلے اور بد مزہ پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا - جن میں بہترین چیز تھوڑی سی جھڑ بیریوں کو سمجھ لو - یہ واقعہ حضرت مسیحؑ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی عہد کا ہے - ایسی سخت سزا بڑے ناشکروں کو دی جاتی ہے - کفر سے بڑھ کر کیا ناشکری ہوگی -

اسی طرح سورۂ بقرہ میں قوم بنی اسرائیل کا ذکر ہے - جن پر اللہ تعالےٰ نے طرح طرح کی نعمتیں عنایت فرمائی تھیں - (۱) بنی اسرائیل بنی آدم کے تمام فرقوں میں ممتاز اور اہل علم و کتاب و نبوت اور انبیاء کو پہچاننے والے سمجھے جاتے تھے - کیونکہ حضرت یعقوبؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک چار ہزار نبی اُن میں آ چکے تھے - تمام نظریں اُن کی طرف تھیں - کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں اس لئے ان انعامات اور خرابیوں کو بسط کے ساتھ ذکر کر کے فرمایا کہ شرما کر ایمان لائیں - (۲) تورات وغیرہ کتابیں نازل فرمائیں - (۳) فرعون سے نجات دے کر ملک شام میں تسلط دیا مَنّ و سلویٰ نازل ہوا، ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے - بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ اس پر قائم نہ رہے - اُنہوں نے بدنیتی کی، (۴) بلکہ بعض پیغمبروں کو قتل کیا - تورات میں جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تھی اس کو بدل ڈالا - اس لئے گمراہ ہوئے -

۴ - يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ پ ۱ ع

ترجمہ - اے بنی اسرائیل یاد کرو - میرے احسان جو مَیں نے تم پر کئے - اور مَیں نے بڑائی دی تم کو تمام جہان پر -

تقویٰ اور کمال ایمان کا حاصل کرنا صبر و حضور و استغراق عبادات کے ذریعہ سے دشوار تھا - اس لئے اس کا سہل طریقہ تعلیم فرمایا اور وہ شکر ہے - اس وجہ سے حق تعالےٰ اپنے احسانات و انعامات جو اُن پر وقتاً فوقتاً ہوئے تھے اُن کو یاد دلاتا ہے - اور ان کی بدکرداریاں بھی ظاہر فرماتا ہے - انسان بلکہ حیوانات تک میں یہ مضمون موجود ہے - کہ اپنے منعم کی محبت اور اُس کی اطاعت دل نشین ہو جاتی ہے - یہ لوگ تمام فرقوں سے افضل رہے - کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا - جب انہوں نے نبی آخرالزمان اور قرآن کا مقابلہ کیا تو وہ فضیلت بالکل جاتی رہی - اور مغضوب علیہم اور ضالین کا لقب عنایت ہوا -

۵ - وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ پ ۲ ع

(ترجمہ) جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اس کے کہ پہنچ چکی ہو وہ نعمت اس کو تو اللہ کا عذاب سخت ہے -

یہ قاعدہ ہے کہ جو کوئی اللہ کے احکام سراپا ہدایت کو بدلے اور اس کے انعامات و احسانات کا کفران کرے تو پھر اُس کا عذاب سخت ہے آیات کے بدلنے پر - یا تو دُنیا میں مارا جائے اور لوٹا جائے یا جزیہ دے اور ذلیل ہو اور قیامت کو دوزخ میں ہمیشہ کے لئے جائے -

جز خدا کس نیست یا تو مہربان
دل مدہ غیر از خداوند جہاں
شکرِ نعمت کن کہ آں رب العباد
داد بر تو آنچہ مے بایست داد
غافلی از یار خود اے بے خبر
چند باشی بے خبر چوں گاؤ خر
نیستی آگاہ از لطف خدا
ہیچو عاشق ہر زماں بیند ترا
مہرباں ہم شد چو معشوق مجاز
گر بہ بیند جانب عاشق بناز
عاشق صادق کند جاں را فدا
مرحبا بر عاشقاں صد مرحبا
(مثنوی بو علی شاہ قلندر) ۵....

۶ - اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ص پ ۲۰ ع

بے شک قارون حضرت موسیٰؑ کی قوم سے تھا - پھر شرارت کرنے لگا ان پر اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اُس کی چابیاں اُٹھانے سے کئی زور آور مرد تھک جاتے - جب اس کو اس کی قوم نے کہا کہ شیخی مت مار - اللہ کو شیخی مارنے والے پسند نہیں ہیں - اور جو کچھ تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے پچھلا گھر کما لے اور اپنا دُنیا کا حصّہ نہ بھول - اور بھلائی کر جیسے اللہ نے تجھ سے بھلائی کی اور مُلک میں فساد مت ڈال - اللہ کو فساد ڈالنے والے محبوب نہیں ہیں - وہ بولا کہ یہ مال تو مجھے ہُنر سے ملا ہے - مَیں ہنرمند تھا - کمانے کا سلیقہ رکھتا تھا اپنی لیاقت و قابلیت یا کسی خاص علمی مہارت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی ہے - یہ نہ جانا کہ دولت کمانے کی طاقت کس نے دی ہے - افسوس ہے کہ منعمِ حقیقی کو بھول کر اُس کی دی ہوئی دولت اور لیاقت پہ غرور کرنے لگا - اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے دھنسا دیا قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں - پھر نہ کوئی جماعت اس کی مدد کر سکی - اور نہ وہ خود مدد لا سکا - جو لوگ قارون جیسا

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل

(از جناب کمال الدین صاحب لاہور کارپوریشن)

نمبر ۲

(ذاریات رکوع ۱) وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۝ ترجمہ - اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے کا اور (سوال نہ کرنے والے) نادار کا حق ہے -

کامل ایمان والوں کی ایک خاص صفت یہ بھی ہے کہ وہ صدقات اتنے کثرت اور ایسے اہتمام سے دیتے ہیں - کہ گویا یہ اُن کے ذمہ حق ہو گیا ہے - حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ان کے اموال میں حق ہے - یعنی زکوٰۃ کے علاوہ جس سے وہ صلہ رحمی کرتے ہیں - اور مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں - اور محروم لوگوں کی اعانت کرتے ہیں - مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ کے علاوہ اور کچھ صدقہ کرنا مراد ہے - ابراہیم کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق سمجھتے ہیں - ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ محروم وہ پریشان حال ہے جو دُنیا کا طالب ہو اور دُنیا اس سے مُنہ پھیرتی ہو اور آدمیوں سے سوال نہ کرتا ہو - ایک اور حدیث میں اسے یوں نقل کیا گیا - کہ محروم وہ ہے جس کا کوئی حصّہ بیت المال میں نہ ہو - حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ محروم وہ جو تنگی میں پڑا ہُوا ہو - اور جس کی کمائی اس کو کافی نہ ہو - ابو قلابہ کہتے ہیں کہ یمامہ میں ایک آدمی تھا - ایک مرتبہ سیلاب آیا - اور اُس کا سب کچھ مال و متاع بہا کر لے گیا - ایک صحابی نے فرمایا کہ اس کو محروم کہتے ہیں اور اس کی اعانت کی جائے - حضرت ابوہریرہ رضؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مسکین وہ شخص نہیں ہے جس کو ایک ایک لقمہ در بدر پھراتا رہے یعنی دروازوں سے بھیک مانگتا ہے - اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ خود اتنا مال ہو جو اس کی حاجت کو پُورا کرے اور نہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو کہ اُس کی اعانت کی جائے - یہی شخص دراصل محروم ہے - حضرت فاطمہ بنت قیس نے حضورؐ سے اس آیت شریفہ کے متعلق سوال کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت شریفہ پڑھی - لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ - (بقرہ رکوع ۲۲) اس آیت کا کچھ حصہ گزشتہ اشاعت میں گزر چُکا ہے - اس میں مساکین وغیرہ کے دینے کا ذکر علیحدہ ہے اور زکوٰۃ کا الگ ہے - جس میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی کو صرف زکوٰۃ ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس کے علاوہ بھی اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا چاہیئے - مگر آج کل ہم لوگوں کے لئے زکوٰۃ کا ہی دینا وبال ہو رہا ہے - بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو زکوٰۃ کو بھی ادا نہیں کرتے اور اس کو ایک قسم کا ڈنڈ اور تاوان خیال کرتے ہیں - اور سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے ہماری دولت کم ہو جائیگی ہاں شادی اور دیگر تقریبات کی لغویتوں میں گھر - زمین اور جائداد بھی گروی رکھ دینگے - جہاں دنیا میں بھی مال برباد ہو اور آخرت میں گناہ کا وبال ہو - اس کے متعلق میں نے اپنی چشم دید مثالیں اپنے ایک مضمون "عمدہ جہیز" میں لکھی ہیں - جو مورخہ ۸ اور ۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء کے خدام الدین میں شائع ہوئی ہیں اگر مل سکے تو ملاحظہ فرمائیں -

(حدید رکوع ۱) اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ۝

ترجمہ - تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں اس نے تم کو دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے - اُس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو - جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (انہوں نے اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اُن کے لئے بہت بڑا اجر ہے -

قائم مقام کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پہلے کسی اور کے پاس تھا - اب چند روز کو تمہارے پاس ہے - تمہاری آنکھ بند ہو جانے کے بعد کسی اور کے پاس چلا جائے گا - ایسی حالت میں اس کو جوڑ جوڑ کے رکھنا بیکار بات ہے یہ بے مروت مال نہ سدا کسی کے پاس رہا نہ رہے - خوش نصیب ہے وہ جو اس کو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر کر لے اور وہ صرف یہی ہے کہ اُس کو اللہ جلّ شانہٗ کے خزانہ میں جمع کرا دے - جس میں نہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ چھوٹ جانے کا خطرہ - اور دُنیا میں رہتے ہوئے ہر وقت خطرہ ہی خطرہ ہے اور آج کل تو قدرت نے آنکھوں سے دکھا دیا کہ بڑے بڑے محل بڑی بڑی جاگیریں ساز و سامان سب کا سب کھڑے کھڑے ہاتھ سے نکل کر دوسروں کے قبضہ میں آگیا - کل تک جن مکانات کے بلا شرکت غیرے خود مالک تھے - آج دوسروں کو اپنی آنکھوں سے اپنا جانشین ان میں دیکھتے ہیں - مگر ہم بھی ایسے چکنے گھڑے ہیں کہ ذرا بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی -

(حدید رکوع ۱) وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۝

ترجمہ - اور تمہیں کیا ہوگیا - کیوں نہیں خرچ کرتے - اللہ کے راستے میں حالانکہ سب آسمان زمین آخر میں اللہ ہی کی میراث ہے - جو مکّہ مکرمہ کے فتح ہونے سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کر چکے ہیں - اور جہاد کر چکے ہیں وہ برابر نہیں ہو سکتے - (ان لوگوں کے جن کا ذکر آگے ہے بلکہ) وہ بڑھے ہوئے ہیں درجہ میں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکّہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ تعالےٰ نے ثواب کا وعدہ تو سب ہی سے کر رکھا ہے - (چاہے فتح مکّہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہو یا بعد میں) اور اللہ تعالےٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے -

اللہ تعالےٰ کی میراث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب سب آدمی مر جائیں گے تو آخر میں آسمان زمین میں مال و متاع سب اسی کا رہ جائیگا کہ اُس پاک ذات کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے گا تو جب سب کچھ چھوڑنا ہی ہے تو پھر اپنی خوشی سے اپنے ہاتھ سے کیوں نہ خرچ کرے کہ اس کا ثواب بھی ملے - اس کے بعد آیت شریفہ میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے فتح مکّہ سے پہلے اللہ کے کام پر خرچ

کیا یا جہاد کیا - اُن کا مرتبہ بڑھا ہُوا ہے اُن لوگوں سے جنہوں نے فتح مکّہ کے بعد خرچ کیا یا جہاد کیا - اس لئے کہ فتح سے قبل احتیاج زیادہ تھی اور جو چیز جتنی زیادہ حاجت کے وقت خرچ کی جائے گی اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔ لوگوں کو ضرورت کے وقت بہت زیادہ خیال کرنا چاہیئے۔ اور ایسے وقت کو جس میں دوسروں کو ضرورت ہو اپنے خرچ کرنے کے لئے بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے صحابہ کرام میں بھی یہ تفریق فرما دی کہ جن حضرات نے فتح مکّہ سے پہلے خرچ کیا ان کے ثواب کو بہت زیادہ بڑھا دیا۔ اسی طرح ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ کسی کی ضرورت کے وقت اس پر خرچ کرنا بہت اونچی چیز ہے (حدید ع ۲) مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ؀

ترجمہ - کون شخص ہے ایسا جو اللہ جلّ شانہٗ کو قر[illegible] - پھر اللہ تعالےٰ اُس کے ثواب کو اس کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لئے بہترین بدلہ ہے (بقرہ ع ۳۲) میں ایک آیت شریفہ اس کے ہم معنی گذر چکی ہے۔ خاص اہتمام کی وجہ سے اس مضمون کو دوبارہ ارشاد فرمایا اور قرآنِ پاک میں بار بار اس پر تنبیہ کی جارہی ہے کہ آج اللہ کے راستے میں خرچ کا دن ہے۔ جو خرچ کرنا ہے کرلو مرنے کے بعد حسرت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(حدید ع ۲) اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَھُمْ وَلَھُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ؀

ترجمہ - بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں (اور یہ صدقہ دینے والے) اللہ کو قرضہ حسنہ دے رہے ہیں - ان کا ثواب بڑھایا جائے گا - اور ان کے لئے نفیس اجر ہے۔ یعنی جو لوگ صدقہ کرتے ہیں - وہ در اصل اللہ تعالےٰ کو قرضہ دیتے ہیں - اس لئے کہ یہ بھی قرض کی طرح سے صدقہ دینے والوں کو واپس ملتا ہے - پس یہ بہت زیادہ معاوضہ اور بدلہ لے کر ایسے وقت میں واپس ہوگا جو وقت صدقہ کرنے والے کی سخت حاجت اور سخت ضرورت اور سخت مجبوری کا ہوگا۔ لوگ شادیوں کے واسطے سفروں کے واسطے اور دوسری ضرورتوں کے لئے تھوڑا تھوڑا جمع کرکے رکھتے ہیں۔ کہ فلاں ضرورت کا وقت آرہا ہے - اولاد کی شادی کرنی ہے - اس کے لئے ہر وقت فکر میں لگے رہتے ہیں - اور جو گنجائش ملے کچھ نہ کچھ کپڑا زیور وغیرہ خرید کر ڈالتے رہتے ہیں کہ اُس وقت دقّت نہ ہو آخرت کا وقت تو ایسی سخت حاجت اور ضرورت کا ہے کہ اس وقت نہ کسی سے خریدا جا سکتا ہے نہ قرض لیا جا سکتا ہے - نہ بھیک مانگی جاسکتی ہے - ایسے اہم اور کٹھن وقت کے واسطے تو جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو جمع کرتے رہنا نہایت ہی دور اندیشی اور کار آمد بات ہے تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہنا یہاں تو معلوم بھی نہ ہوگا اور وہاں وہ پہاڑوں کی برابر ملے گا -

(حشر رکوع ۱) وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؀

ترجمہ - (اور اس میں ان لوگوں کا بھی حق ہے) جو لوگ دار الاسلام میں (یعنی مدینہ منوّرہ میں پہلے سے رہتے تھے) اور ایمان میں ان (مہاجرین کے آنے) سے پہلے سے قرار پکڑے ہوئے ہیں (یعنی ان مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی وہ ایمان لے آئے تھے اور یہ ایسی خوبی کے لوگ ہیں کہ) جو لوگ ان کے پاس ہجرت کرکے آتے ہیں ان سے یہ لوگ (یعنی انصار) محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی غرض نہیں پاتے (کہ اس کو لینا چاہیں یا اس پر رشک کریں) اور ان مہاجرین کو اپنے اُوپر ترجیح دیتے ہیں چاہے ان پر فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور (حق یہ ہے کہ) جو شخص اپنی طبیعت کے لالچ سے محفوظ رہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں -

اس آیت شریفہ میں انصار کا ذکر ہے اور ان کے خصوصی اوصاف کی طرف اشارہ ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں رہ کر ایمان اور کمالات حاصل کئے ہیں اور اپنے گھر رہ کر کمالات کا حاصل کرنا عام طور سے مشکل ہُوا کرتا ہے - دنیوی دھندے اور دوسرے امور اکثر آڑ بن جاتے ہیں۔ اور دوسری خاص صفت انصار کی یہ ہے کہ یہ لوگ مہاجرین سے بیحد محبت کرتے ہیں - اسلام کی ابتدائی تاریخ کا جس کو علم ہے - وہ ان حضرات کے حالات اور ان کی محبت کے واقعات سے حیرت میں رہ جاتا ہے - ایک واقعہ مثال کے طور پر لکھتا ہوں - کہ جب حضورؐ ہجرت کرکے مدینہ منوّرہ تشریف لائے - تو مہاجرین اور انصار کے درمیان میں حضورؐ نے بھائی چارہ اس طرح فرما دیا تھا کہ ہر مہاجر کا ایک انصاری کے ساتھ خصوصی جوڑ پیدا کر دیا تھا - اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا تھا اس لئے کہ حضرات مہاجرین پردیسی حضرات ہیں ان کو اجنبی جگہ ہر قسم کی مشکلات پیش آئیں گی۔ انصاری مقامی حضرات ہیں - وہ اگر ان لوگوں کی خاص طور سے خبرگیری اور معاونت کریں گے تو ان کو سہولتیں پیدا ہو جائیں - کیسا بہترین انتظام تھا حضورؐ کا کہ اس میں مہاجرین کو بھی ہر قسم کی سہولت ہوگئی اور انصار کو بھی دقّت نہ ہوئی کہ ایک شخص کی خبرگیری ہر شخص کو آسان ہے - اسی سلسلے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ خود اپنا قصّہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ طیبہ آئے تو حضورؐ نے میرے اور سعدؓ بن ربیع کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ جوڑ دیا۔ سعدؓ بن ربیع نے مجھ سے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میرے مال میں سے آدھا تم لے لو اور میری دو بیبیاں ہیں ان میں سے جونسی تمہیں پسند ہو اس کو طلاق دیدوں جب اس کی عدت پوری ہو جائے - تم اس سے نکاح کر لینا - یزیدؓ بن اصم کہتے ہیں کہ انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم سب کی زمینیں مہاجرین پر آدھی آدھی بانٹ دیجئے۔ حضورؐ نے اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ کھیتی وغیرہ میں یہ لوگ کام کریں گے اور پیداوار میں حصہ دار ہوں گے کہ ان کی محنت سے تم کو مدد ملے گی - اور تمہاری زمین سے اُن کو مدد ملے گی - اس قسم کے تعلقات اور آپس کی محبت محض دینی برادری پر آج عقل میں بھی مشکل سے آئے گی - اللہ کی شان ہے کہ آج وہ مسلمان جس کا خصوصی امتیاز ایثار اور ہمدردی تھی محض خود غرضی اور نفس پروری میں مبتلا ہے۔ دوسروں کو جتنی بھی تکلیف پہنچ جائے۔ اپنے کو راحت مل جائے - کبھی مسلمان کا شیوہ یہ تھا کہ خود تکلیف اُٹھائے - تاکہ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

خشیت خداوندی اور اُس کا ثمرہ

(از جناب مہتمم صاحب کاشانۂ صحت لاہور)

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ۔ وَ اَسِرُّوۡا قَوۡلَکُمۡ اَوِ اجۡہَرُوۡا بِہٖ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۔ اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَ ہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ۔"

اس آیہ کریمہ میں اللہ جل شانہٗ نے ایک مقصود بیان فرمایا۔ پھر اس کے دو ثمرے اور پھر اُس کے حاصل کرنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔

"خشیت" اس خوف کو کہتے ہیں جس سے دوسرے کی عظمت قائم رہے اور اس کی محبت بھی۔ لیکن "خوف" جو ہوتا ہے اُس میں نہ تو دوسرے کی عظمت ہوتی ہے اور نہ محبت۔ بلکہ اُس کی محبت و عظمت کے ماسوا صرف اُس کا ڈر اور خوف ہوتا ہے گویا دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ "خشیۃ" دین کی گاڑی کا انجن ہے۔ جس سے دین کی گاڑی چلتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دین بے کار ہو جاتا ہے۔

خوف کی تین حالتیں ہوتی ہیں

(۱) کثرتِ خوف (۲) قلتِ خوف (۳) اعتدالِ خوف۔

اگر کسی انسان کے دل میں بہت زیادہ خوف ہو تب بھی وہ اطاعت نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہر وقت خوف میں رہے گا اور کچھ کر نہیں سکے گا۔ اور اگر بہت تھوڑا خوف ہو تب بھی وہ اطاعتِ خداوندی سے باز رہے گا۔ بلکہ گستاخ ہو جائیگا۔ اور بقول حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدت فیوضہم یہ دو ٹانگوں والا جانور چار ٹانگوں والے جانور سے زیادہ بے حیا۔ زیادہ بے شرم۔ زیادہ بدمعاش اور زیادہ خبیث ہو جائے گا۔ اگر اس کے دل میں اللہ جل شانہٗ کا خوف نہ ہوگا۔"

لہٰذا حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے "یخشون اللّٰہ" نہیں فرمایا۔ بلکہ "یخشون ربہم" فرمایا تاکہ اعتدالِ خوف رہے۔ کہ جس سے تم نے ڈرنا ہے وہ تو بڑے رحیم ہیں تمہاری تربیت کرتے ہیں۔ تمہیں پیدا فرمایا بعد ازیں بچپن سے لے کر موت تک مہد سے لے کر لحد تک تمہاری تربیت کی۔ اور جو جو اشیاء تمہیں درکار تھیں وہ مہیا فرمائیں۔

اگر حق جلّ شانہٗ "یخشون اللّٰہ" فرما دیتے۔ تو کثرتِ خوف کے باعث کئی عاشقوں کی جانیں نکل جاتیں۔ اور کئی لوگ اطاعت خداوندی سے مانع رہتے۔ لہٰذا اللہ جلّ شانہٗ نے "ربہم" سے "خشیۃ" کی گرمی کو دُور فرمایا۔

ابنِ ماجہ میں حدیث آتی ہے۔ کہ حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ بعض دفعہ اللہ تعالےٰ گناہوں کے باعث رزق کم کر دیتے ہیں اور روحانی رزق طمانیت ہے۔ اس لئے بعض دفعہ گناہوں کے باعث یہ بھی چھین لیا جاتا ہے۔ اور یہی معنی ہیں قرآن پاک کی اس آیہ کریمہ کے کہ :۔

"وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا الخ

سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶

معلوم ہُوا کہ خوف کی اقسام ثلاثہ میں سے "خوف اعتدال" سب سے بہتر ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں خوف کی گرمی کو بھی روکا گیا۔ اور سردی کو بھی اور دُنیا کے اندر کوئی ڈاکٹر ایسا نہیں جس کی دوا دو متضاد مرضوں کو ایک ہی وقت میں درست کرے۔

ثمرات

لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ۔ "خشیۃ" سے عفوِ گناہ اور اجر کبیر ملتا ہے۔ خشیۃ نیکی ہے اور ہر نیکی باعثِ اجر کبیر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ سورہ ہود رکوع ۱۰ پارہ ۱۲

اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡہِبۡنَ السَّیِّاٰتِ"

"خشیۃ" سے خوفِ الٰہی پیدا ہوگا۔ تو توبہ کی جانب التفات ہوگا۔ اور توبہ باعث مغفرت ہے۔ اور اجر کبیر کیا ہے جس کو قوّتِ متخیلہ بھی خیال نہیں کر سکتی۔ چنانچہ اسی لئے حدیث نبویؐ میں ہے :۔

"ولا عین رأت ولا اذن سمعت الخ

(الحدیث)

حاصل کرنیکا طریقہ

وَ اَسِرُّوۡا قَوۡلَکُمۡ الخ

اس کے سوچنے سے "خشیت" پیدا ہوگی۔ تمہارے بولنے سے تمہاری زبان حرکت کرتی ہے۔ تمہاری زبان کی حرکت سے الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔ اس زبان کے مالک اللہ! ان الفاظ کے خالق اللہ!! تم آواز اونچی کرو یا نیچی اس کے خالق اللہ!!! چنانچہ اس بات کے سوچنے سے "خشیۃ" پیدا ہوگی۔ یعنی اس کا مراقبہ "خشیۃ" کا ذریعہ ہوگا۔

" اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَ ہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ۔" اللہ تعالےٰ بوجہ لطیف ہونے کے تمہارے قریب ہیں۔ اور تمہیں دکھائی نہیں دیتے۔ "نحن اقرب الیہ من حبل الورید"

"خبیر" خبر سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں پوشیدہ یعنی ہم پوشیدہ کو بھی جانتے ہیں۔ شبہ ہو سکتا تھا کہ حاکم قریب نہیں اس کا جواب "لطیف" میں دیا۔ اور اس شبہ کا کہ وہ دیکھ نہیں سکتا۔ لفظ "خبیر" سے جواب ارشاد فرمایا۔

دُعا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ ہمارے قلوب کے اندر "خشیت" پیدا فرمائے اور ہمیں اطاعت خداوندی کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ شکر گزاری کی برکتیں صفحہ ۱۰ سے آگے

دولتمند بننے کی تمنّا رکھتے تھے وہ بول اُٹھے کہ خدا تعالےٰ کا احسان ہے کہ ہم کو قارون جیسا نہیں بنایا۔ بلکہ قارون کا حشر آنکھوں سے دکھلا کر بیدار فرما دیا۔ اب ہمیں خوب معلوم ہوگیا کہ محض مال و زر کی ترقی سے حقیقی فلاح و کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ کہ ناشکر گزار منکروں کے لئے عذاب الٰہی سے چھٹکارا نہیں۔

رَبِّ اَعِنِّیۡ عَلٰی ذِکۡرِکَ وَشُکۡرِکَ وَحُسۡنِ عِبَادَتِکَ ۝ وَسَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ

اور اللہ شکر گزاروں کو ثواب دے گا۔

فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۝ سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو۔

وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۝ اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو۔

مسلمانوں کو صرف اللہ سے ڈرنا چاہیئے تاکہ اُس کی طرف سے مزید انعام و احسان ہو اور مزید شکر گزاری کا موقعہ ملے۔

حکایات الصالحین

۱۔ شیخ سریؒ سقطیؒ نے (جو صوفیائے کرام میں بہت ہی ممتاز درجہ رکھتے ہیں) ایک بار فرمایا کہ میں مسلسل تیس ۳۰ برس سے ایک

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بقیہ اللہ کی راہ میں خرچ صفحہ ۱۲ سے آگے)

دوسروں کو راحت پہنچ جائے۔ مسلمانوں کی تاریخ اس سے بھری ہوئی ہے۔ ایک بزرگ کی بیوی بہت زیادہ بد خلق تھیں۔ ہر وقت تکلیف دیتی تھیں کسی نے ان سے عرض کیا کہ آپ اس کو طلاق دے دیجئے۔ فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ پھر یہ کسی دوسرے سے نکاح کرے گی۔ اور اس کی بدخلقی سے اس کو تکلیف پہنچے گی۔ کیسی باریک چیز ہے۔ آج ہم میں سے بھی کوئی اس لئے تکلیف اُٹھانے کو تیار ہے۔ کہ کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔ تیسری صفت آیۃ شریفہ میں انصار کی یہ بیان کی گئی کہ مہاجرین کو اگر کہیں سے غنیمت وغیرہ میں سے کچھ ملتا ہے۔ تو اس سے انصار کو دل تنگی یا رشک نہیں ہوتا۔ اور حسن بصری رح کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کو انصار پر جو عمومی فضیلت دی گئی اس سے انصار کو گرانی نہیں ہوئی۔ چوتھی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ باوجود اپنی احتیاج اور فاقہ کے دوسروں کو اپنے اُوپر ترجیح دیتے ہیں۔ ایک صاحب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور تنگی کی شکایت کی۔ حضورؐ نے اپنی بیبیوں کے گھروں میں آدمی بھیجا مگر کہیں بھی کچھ کھانے کو نہ ملا۔ تو حضورؐ نے باہر مردوں سے فرمایا کہ کوئی صاحب ایسے ہیں جو ان کی مہمانی قبول کریں۔ ایک انصاری جن کا اسم گرامی بعض روایات میں ابوطلحہؓ آیا ہے اُن کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ یہ حضورؐ کے مہمان ہیں ان کی خوب خاطر کرنا اور گھر میں کوئی چیز ان سے بچا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا۔ کہ گھر میں تو صرف بچوں کے لئے کچھ کھانے کو رکھا ہے۔ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت طلحہ رضؓ نے فرمایا۔ کہ بچوں کو بہلا کر سُلا دو اور جب ہم کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھیں تو تم چراغ کو درست کرنے کے لئے اُٹھ کر اُس کو بُجھا دینا۔ تاکہ ہم نہ کھائیں اور مہمان کھا لے۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو جب حضورؐ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ جلّ شانہٗ کو ان میاں بیوی کا طرز بہت پسند آیا اور یہ آیت شریفہ ان کی شان میں نازل ہوئی۔ اس کے بعد اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص اپنی طبیعت کے شح (لالچ) سے بچا دیا جائے۔ وہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔ شح کا ترجمہ طبعی حرص و بخل ہے۔ یعنی طبعی تقاضا بخل کا ہو چاہے عمل سے بخل نہ ہو۔ اسی لئے علما سے اس کی تفسیریں مختلف الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ حرص اور لالچ سے اس کو تعبیر کرنا صحیح ہے۔ جو اپنے مال میں بھی ہوتا ہے اور دوسرے کے مال میں بھی ہوتا ہے۔ ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مَیں تو ہلاک ہوگیا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ کیوں وہ کہنے لگے۔ کہ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ شح سے بچائے جائیں وہی فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔ اور مجھ میں یہ مرض پایا جاتا ہے میرا دل نہیں چاہتا کہ میرے پاس سے کوئی چیز بھی نکل جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ کہ یہ شح نہیں ہے یہ بخل ہے اگرچہ بخل بھی اچھی چیز نہیں ہے۔ لیکن شح یہ ہے کہ دوسرے کا مال ظلم سے کھائے۔ حضرت ابن عمرؓ سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ شح یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے مال کو خرچ کرنے سے روک لے۔ یہ تو بخل ہُوا اور یہ بھی بہت ہی بُری چیز ہے۔ لیکن شح یہ ہے کہ دوسرے کی چیز پر نگاہ پڑنے لگے۔ حضرت طاؤس رح کہتے ہیں کہ بخل یہ ہے کہ آدمی اپنے مال کو خرچ نہ کرے اور شح یہ ہے کہ دوسرے کے مال میں بخل کرے۔ یعنی کوئی دوسرا خرچ کرے۔ اس سے بھی دل تنگی ہوتی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ شح بخل سے زیادہ سخت ہے۔ اس لئے کہ بخیل تو اپنے مال کو روکتا ہے اور بس اور شح اپنے مال کو بھی روکتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ دوسروں کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی اُس کے پاس آجائے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ شح سے بری ہے۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ مہمانوں کی مہمانداری کرتا ہو۔ اور لوگوں کی مصائب میں مدد کرتا ہو۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ اسلام کو کوئی چیز ایسا نہیں مٹاتی جیسا کہ شح مٹاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں یہ دونوں چیزیں کسی ایک شخص کے پیٹ میں جمع نہیں ہوسکتیں اور ایمان اور شح کسی ایک دل میں کبھی جمع نہیں ہوسکتے

ایک حدیث میں حضرت جابرؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ظلم سے بچو۔ اس لئے کہ ظلم قیامت میں تو اندھیرا ہوگا۔ (یعنی ایسا سخت اندھیرا پیدا کریگا کہ اندھیرے کی تہ پر تہ جم جائے گی) اور اپنے آپ کو شح سے بچاؤ کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ کہ اسی کی وجہ سے ان لوگوں نے دوسرے لوگوں کے خون بہائے۔ اور اسی کی وجہ سے اپنی محرم عورتوں سے زنا کیا۔

حضرت ابوہریرہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو شح اور بخل سے بچاؤ۔ کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو قطع رحمی پر ڈال دیا اور اُن کو اپنے محرموں سے زنا کرنے پر ڈال دیا اور اُن کو خون بہانے پر ڈال دیا۔ یعنی اگر آدمی اجنبی عورت سے زنا کرے تو اُس کو کچھ دینا پڑے اور بیٹی سے زنا کرے تو مفت ہی میں کام چل جائے اور مال کی وجہ سے لوٹ مار تو ظاہر ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہُوا۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ جنتی آدمی تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں اس کے سارے حالات کا کیا علم ہے کیا بعید ہے کہ کبھی اُس نے ایسی بات زبان سے نکالی ہو جو بیکار ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو۔ جو اس کو نفع نہ پہنچاتی ہو۔ دوسری حدیث میں یہ قصہ اس طرح نقل کیا گیا کہ احد کی لڑائی میں ایک صاحب شہید ہوگئے ایک عورت ان کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ بیٹا تجھے شہادت مبارک ہو۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تمہیں اس کی کیا خبر ہے کہ اس نے کبھی کوئی بیکار بات زبان سے کہی ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو۔ جو اس کی ضرورت کی نہ ہو کہ ایسی معمولی چیز میں بخل کرنا بھی حرص اور لالچ کی انتہا سے ہوتا ہے۔ ورنہ معمولی چیزیں جس میں اپنا نقصان نہ ہو۔ بخل کے قابل نہیں ہوتیں۔ (باقی پھر)

متقی اور اُن کی جزا

از جناب چوھدری قطب الدین صاحب حکیم حاذق و مبلغ اسلام ملتان چھاؤنی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

امّابعد۔ برادران اسلام جب انسان کے جسم میں نمکیاتی غذائیت کی مقدار کم ہو جاتی ہے تو انسان کا ہاضمہ خراب ہو کر رہ جاتا ہے کھٹی ڈکاریں آتی ہیں۔ دوران خون سست ہو جاتا ہے۔ معمولی کھانے کا نمک تو عام غذا کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ لیکن دیگر نباتاتی نمکیات جو کہ سبزی۔ ترکاری پھل اور میوہ جات میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا جسم میں پہنچنا بھی اتنا ہی ضروری اور لازمی ہے۔ جتنی کہ عام غذا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب غذا میں مدت تک سبزیاں پھل اور میوہ جات کا استعمال نہیں کیا جاتا تو جسم میں نمکیات کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے سکروی (سلاق اور سکربوت) کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ اور پھر انہیں میں سے ذرا اور آگے بڑھ کر بیماریاں اور شکل اختیار کر کے بعض دفعہ ہلاکت کا باعث بنتی ہیں۔ جس کا سنگ بنیاد وہی نمکیاتی کمی ہوتا ہے۔

دانا ڈاکٹر یا حکیم ان کا علاج تزکیہ معدہ کے بعد نمکیات کی کمی کو پورا کر کے کرتے ہیں اور مریض کو مضر اشیاء سے پرہیز کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ جو مریض ڈاکٹر یا حکیم کی رائے کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ جلد شفایاب ہو جاتے ہیں۔ اور جو مریض ڈاکٹر یا حکیم کی رائے کے خلاف عمل کرتے ہیں وہ جلد ہی اپنی ہلاکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ملکِ عدم کے مسافر بن جاتے ہیں۔

جس طرح جسم انسانی کیلئے نمکیاتی روغنی نشاستی غذاؤں کی اشد ضرورت ہے اسی طرح انسانی جسم کے جزوِ اعظم دل اور رُوح کے لئے ایک خاص قسم کی غذا کی ضرورت ہے۔ جب قلب اور رُوح کو وہ خاص قسم کی غذا بہم نہیں پہنچائی جاتی بلکہ ان کو گندی اور ثقیل غذاؤں کے استعمال پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یعنی معصیت کا دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ تو یہ ہر دو لطیف اجزا نشوونما نہیں پاتے بلکہ ناتواں اور کمزور ہو کر لاعلاج ہو جاتے ہیں۔ ان ہر دو اجزا کے لئے خاص غذا کیا ہے۔

وہ خاص غذا ذکرِ الٰہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ غذا ملتی کہاں سے ہے۔ اور اس کے استعمال کا طریقہ کیا ہے۔ اس کے حصول کے لئے کوئی بازار کی دوکان نہیں اور نہ ہی لقمان حکیم کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی ماہر سول سرجن کی ضرورت ہے۔ بلکہ جس طرح جسمانی بیماریوں کے لئے ماہر حکیم اور ماہر ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ پھر اس خاص غذا کے حصول کے لئے ان کے دروازوں پر ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ اور نفس امارہ کی خواہشات کو ختم کر کے اس غذا کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یہی رُوح اور قلب کی غذا ہے۔

شفایاب ہونے والے مریضوں کی پہچان

اس غذا یا دوا سے وہ مریض شفایاب ہوتے ہیں جن کے دل میں صلاحیت کا مادہ کچھ باقی رہ گیا ہو۔ معصیت کی کیچڑ سے گل سڑ کر راکھ نہ ہو گیا ہو یعنی خدا کا خوف خشیہ باقی ہو۔ اگر کسی انسان کے قلب میں یہ جُز باقی ہو تو اس کو شفایاب ہونے کی امید واثق ہے۔ ورنہ وہ لاعلاج قرار دیا جائے گا۔

جب یہ چیز کسی دل میں باقی رہ جائیگی تو وہ ضرور کبھی نہ کبھی اپنی بیماری کے علاج کا متلاشی ہوگا۔ بس پھر جوینده یابنده جب وہ کسی اس مرض کے ڈاکٹر یا سول سرجن کے پاس جائے گا تو اسے صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگنے کے لئے ایک مسہل دیگا۔

مسہل کے اجزا اور ان کا قرآنی ثبوت

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ

سورہ آل عمران رکوع ۵ پارہ ۴

ترجمہ۔ فرمانبرداری کرو اللہ اور اس کے رسولؐ کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس کا مطلب یہ ہُوا کہ رسولؐ کا حکم ماننا بھی حقیقتاً خدا کا حکم ماننا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ خود حکم فرماتے ہیں کہ رسولؐ کے حکم کی تعمیل کرو۔ جیسا کہ جنگ اُحد میں صحابہ کرام سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہو گئی تھی اور یہ بات اللہ عزّ و جلّ علاہم کو پسند نہ آئی کہ میرے نبیؐ کے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی جائے چنانچہ اس وجہ سے مسلمانوں کا کافی نقصان ہُوا۔ حالانکہ تین سو صحابہ میں سے صرف چالیس صحابہ نے لغزش کھائی تھی۔ وہ بھی صریحاً نافرمانی نہیں کی گئی تھی۔ ستر کے قریب صحابہ کرام نے شہادت کا جام نوش فرمایا اور حضورؐ کو بھی تکلیف ہوئی۔ یہ صرف اس لئے ہُوا کہ صحابہ کو آئندہ کے لئے تنبیہ ہو جائے۔ کہ نبیؐ کا ہر ایک حکم قابل تعمیل ہوتا ہے۔ اور حقیقتاً اللہ ہی کا حکم ہوتا ہے۔ نبیؐ کسی وقت بھی اللہ کی رضاجوئی کے خلاف کوئی حکم صادر نہیں فرماتے۔

نبیؐ کا حکم اللہ کا حکم ہوتا ہے
اس کی واضح دلیل

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۱۳ پارہ ۳

ترجمہ۔ اے نبیؐ فرما دیجئے۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ (یعنی میرے حکم کی تعمیل کرو) تو پھر اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرینگے۔ اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دُنیا کے تمام رشتوں ناطوں کے تعلقات اور محبت سے دستبردار ہو کر میری اور میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت اور تابعداری کو ملحوظ رکھو اس محبت کا صلہ تمہیں یہ ملے گا کہ ہم تمہارے سابقہ گناہ معاف کر دیں گے۔

آج کل بھی کوئی شخص اگر اپنے مالکِ حقیقی کی محبت کا دعویدار ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے آپ کو اتباع محمدی کی کسوٹی پر گھس کر دیکھ لے۔ جس قدر وہ محمدی اتباع کی کسوٹی پر کھرا نکلے گا۔ اتنا ہی وہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا ہوگا۔ جب وہ محمدی کسوٹی پر گھس کر بھی سچا ثابت ہُوا تو لازمی طور پر اللہ تعالےٰ کی محبت میں بھی سچا ثابت ہو جائے گا۔ پس معلوم ہُوا کہ اللہ تعالےٰ بھی اس سے محبت کرینگے اور اس کے سابقہ گناہ معاف فرما دیں گے۔ اور آئندہ اس پر ظاہری و باطنی انعام و اکرام کا نزول ہونا شروع ہو جائیگا۔

مطلب یہ ہُوا کہ قرآن حکیم کے طرزِ کلام سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص دنیا کی

خواہشات اور لذات کو ترک کرکے اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی تعمیل میں لگ جائے تو اُسے پرہیزگار کا لقب دیا جاسکتا ہے

یہ قرآن حکیم کی زبان سے پرہیزگار کیلئے بڑائی کا سرٹیفکیٹ

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

سورہ الحجرات رکوع ۱۴ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ اللہ کے نزدیک بزرگ اور بڑا پرہیزگار ہے۔

حاصل یہ ہُوا کہ سب انسان یکساں ہیں سب ایک ماں باپ کے واسطہ سے پیدا ہُوئے ہیں۔ جسمانی لحاظ سے یکساں ہیں۔ قد و قامت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اعضائے جسمانی کے لحاظ سے بھی مساوی ہیں اشیائے خوردنی کے لحاظ سے بھی ایک ہیں۔ پھر صغیر اور کبیر کا مسئلہ کہاں سے پیدا ہُوا اس کی اصل کبیر اور غرور ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا تصوّر کرتا ہے۔ اس چیز کو اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا آیت کے مضمون سے واضح کردیا۔ کہ اصل میں انسان کی عزّت ذلت اس کی ذات پات۔ خاندان اور حسب نسب پر موقوف نہیں۔ بلکہ جو شخص جتنا نیک۔ مؤدب اور پرہیزگار ہو گا۔ اسی قدر اللہ کے نزدیک معزز اور مکرم ہوگا۔ حسب نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سب انسان حضرت آدم علیٰ نبینا اور حضرت حوّا کی اولاد ہیں۔ شیخ۔ سیّد۔ مغل۔ پٹھان۔ راجپوت اور چوہان۔ صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی۔ انصاری اور بخاری سب کا سلسلہ آدم و حوّا پر منتہی ہوتا ہے۔ پھر اترانے اور غم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ اجزا صرف تعارف کے لئے ہیں۔ اہل علم حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالےٰ نے اس بات کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ مَیں مضمون کی طوالت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اختصار کرنا چاہتا ہوں یہ ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سب انسان یکساں ہیں اور ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ پھر یہ تفاوت کیوں ہے کہ کوئی گورہ ہے کوئی کالا ہے کوئی نہایت خوبصورت ہے کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے۔ یہ صرف اس کی حکمت ہے اور اُس کی مصوّری کے نمونے ہیں۔ جس کو جیسا چاہا بنا دیا۔ اور جتنا چاہا عطا کیا۔ اس مضمون کو ایک شاعر نے کیا اچھے طریقے سے ادا کیا ہے ؎

ساقی تیری تقسیم کے قربان جاؤں
اتنا ہی دیا جتنا کہ پیمانہ تھا کسی کا

یہ چیز اللہ تعالےٰ نے فخر اور غرور کرنے کے لئے پیدا نہیں کی کہ خوبصورت بد صورت پر فخر کرے اور امیر غریب پر اترائے۔ بلکہ جس حال میں ہو اس کا شکر ادا کرے۔ اور اپنے سے نیچے والے کو دیکھ کر اس کا زیادہ شکر گزار بننے کی سعی کرے۔ بہر حال انسان کے اشرف اور افضل ہونے کا معیار تقویٰ و طہارت ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو متقی اور پرہیزگار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین اللھم اجعلنا منھم

پرہیزگار کی دس علامتیں

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ج وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ج وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا ج وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ط وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

سورہ البقرہ رکوع ۶ پارہ ۲

ترجمہ۔ جو ایمان لایا اللہ کے ساتھ اور قیامت کے دن سے اور فرشتوں سے اور تمام کتابوں سے اور تمام پیغمبروں سے اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور فقیروں کو اور مسافروں کو جن کے پاس خرچ نہ ہو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو۔ اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو جو اشخاص ان اوصاف کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ اپنے عہد کو پورا کرتے ہوں جب وہ عہد کریں اور صبر کرنے والے ہوں تنگدستی میں اور قتال میں یہی لوگ سچّے ہیں۔ اور انہیں لوگوں کو متقی اور پرہیزگار کہا جاسکتا ہے۔

مطلب یہ ہُوا کہ جو صفات اُوپر بیان ہوئی ہیں جو لوگ ان اعتقادات اخلاق و اعمال سے متصف ہیں اور اپنے قول و قرار میں پابندی کرتے ہیں انہیں لوگوں کو سچا اور پرہیزگار کہا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان صفات کو چھوڑ کر کہے کہ مَیں پرہیزگار ہوں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ پرہیزگار وہی ہو سکتا ہے جو محمدی قانون کے تحت میں پرہیزگار ثابت ہو۔

پرہیزگاری کا تیر بہدف اور مجرب نسخہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ سورہ البقرہ رکوع ۷ پارہ ۲

ترجمہ۔ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ جس طرح تم سے پہلی اُمتّوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس خیال سے کہ تم روزہ کی برکت سے پرہیزگار بن جاؤ۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کمال مہربانی اور شفقت سے انسان کے لئے ایک نسخہ تجویز فرمایا جو کہ بلا قیمت ہے اور پھر بلا قیمت ہونے کے باوجود سو فیصدی مجرب اور درست ہے۔ کتنا ہی کوئی گیا گزرا انسان کیوں نہ ہو اس نسخہ کے استعمال سے حقیقی معنوں میں پرہیزگار بن سکتا ہے۔ بلکہ غیر قومیں بھی اس نسخہ کے نتیجہ کی منحرف نہیں۔ اگر کسی دوست کو شک و شبہ ہو تو اس کا استعمال کرکے دیکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ نسخہ جسمانی بیماریوں کو بھی ازلبس مفید اور مجرب ہے۔ مثلاً فسادِ خون کی بیماریاں۔ فتور ہاضمہ اور مُٹاپا وغیرہ اور سب سے بڑی حکمت اس نسخہ میں یہ ہے کہ نفس سرکش کا غرور ٹوٹ جاتا ہے یعنی اس کی قوّت اور شہوت میں ضعف آجاتا ہے۔ جب اس کی قوّت اور شہوات ضعیف ہو جائینگی تو وہ شرعی احکام جو اس پر شاق گزرتے ہیں تم اس پر آسانی سے عمل کرسکوگے۔ پھر نتیجہ ظاہر ہے کہ جب آپ شرعی احکام پر عمل کرنے کے عادی ہو جائیں گے اور غیر شرعی امور سے اجتناب فرمائیں گے تو اسی کا نام پرہیزگاری ہے۔ جس کے لئے لوگ دشت و صحرا اور جبال میں چلّے کاٹتے پھرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اصلاح حال اور قال کے لئے کسی روحانی سول سرجن اور شمس الحکماء کی بھی ضرورت ہوگی۔ جو اس نسخہ کے استعمال کے بعد بھی کوئی مفرح قلب معجون تجویز کردے۔ جو رہے سہے زنگار قلبی کو صیقل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ ضرور کسی ایسے روحانی طبیب کی تلاش کرے تاکہ انسان روحانی بیماریوں سے مکمل طور پر شفایاب ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو اس نسخہ سے شفایاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

(باقی پھر)

حج کی فرضیت

(گذشتہ سے پیوستہ)

از عبدالحمید خان آف فیروز سنز لاہور

حج کے مختلف طریقے

حج کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ جنہیں واقفیتِ عام کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

۱۔ **عمرہ** جسے حج اصغر بھی کہتے ہیں۔ سال میں جب اور جتنی مرتبہ چاہو، ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس میں احرام باندھ کر طواف و سعی کی جاتی ہے۔

۲۔ **حج** جو خاص شرائط کے ساتھ فرض ہے۔ حج ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں ادا کیا جاتا ہے۔ دوسرے روز طوافِ زیارت ہوتا ہے۔ حج کے دو رُکن ہیں۔ وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت۔

۳۔ **تمتع** یہ ہے کہ عمرہ اور حج، حج کے مہینوں میں ادا کئے جائیں۔ مگر ان دونوں کو جمع کرنا صرف اُن لوگوں کے لئے جائز ہے۔ جو آفاقی ہیں۔ آفاقی اُس شخص کو کہتے ہیں۔ جو حدود میقات سے باہر رہتا ہو

۴۔ **قرآن** میں عمرہ اور حج کو ایک ہی احرام سے جمع کیا جاتا ہے۔ یہ بھی صرف آفاقی کے لئے جائز ہے۔

عمرہ خانہ کعبہ کی زیارت اور صفا مروہ کے درمیان احرام کے ساتھ سعی کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔

آفاقی کو چاہیئے کہ میقات سے احرام باندھ کر خانہ کعبہ کے گرد طواف کرے۔ اور اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ زاں بعد حلق یا قصر کر کے احرام کھول دے۔ عمرہ میں طوافِ قدوم نہیں۔ بلکہ اُس کی بجائے طوافِ عمرہ ہے۔ طوافِ عمرہ میں تلبیہ موقوف کرے۔ عمرہ میں طوافِ صدر نہیں۔

حج۔ حج کا مطلب ایک معیّن وقت میں احرام کے ساتھ عرفات پر وقوف کرنا اور طواف زیارت کرنا ہے۔ صرف حج کرنے والے کو مفرد کہا جاتا ہے۔

اِس میں آفاقی کو چاہیئے کہ احرام باندھ کر خانہ کعبہ کے گرد طوافِ قدوم کرے۔ پھر سعی صفا و مروہ کرے۔ اس کے بعد وقوفِ عرفات، وقوفِ مزدلفہ، رمی جمرات، حلق یا قصر، طوافِ زیارت اور پھر طواف وداع کرے۔

طوافِ قدوم کہ تحیۃ المسجد ہے۔ جو مکہ میں داخل ہوتے وقت ادا کیا جاتا ہے۔ یہ اُن لوگوں کے لئے ضروری نہیں، جو اہلِ مکہ میں سے ہوں۔ اگر طوافِ قدوم میں رمل کرے تو سعی صفا مروہ بھی کرے۔ اور اگر طوافِ قدوم نہ کرے۔ یا اس میں رمل نہ کرے تو طوافِ زیارت میں رمل کرے اور اسی وقت سعی کرے۔ وقوفِ عرفات اور وقوفِ مزدلفہ کے متعلق جو احکام ہیں اُن کو ادا کرے

تمتع۔ عمرہ اور حج کے مجموعے کو تمتع کہا جاتا ہے جو متفرق احرام کے ساتھ درمیان میں وقفہ دے کر ادا کیا جاتا ہے۔ تمتع کرنے والے کو متمتع کہتے ہیں۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ جس میں میقات سے قربانی کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور دوسرا وہ جس میں قربانی ساتھ نہیں لی جاتی۔

ہر دو قسم کے متمتع حج کے مہینوں میں پہلے میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے تمام افعال صرف عمرہ کرنے والے کی طرح کریں گے۔ جس کے ساتھ قربانی نہ ہوگی۔ وہ عمرہ سے فارغ ہو کر ایامِ حج کا انتظار کرے گا۔ اور حاجی مفرد (اکیلے حج کرنا) کی طرح تمام افعالِ حج ادا کرے گا۔ مگر جس کے ساتھ قربانی ہوگی۔ وُہ عمرہ کرنے کے بعد سر نہیں منڈائے گا۔ بلکہ عمرہ کے احرام میں ہی رہے گا۔ اور ایامِ حج میں اِسی طرح افعالِ حج ادا کرے گا۔ جس طرح حاجی مفرد کرتا ہے

قرآن قرآن عمرہ و حج کا مجموعہ ہے۔ جو مجموعی احرام سے لگاتار ادا کیا جاتا ہے۔ اس میں میقات سے عمرہ اور حج کا احرام باندھ کر پہلے عمرہ کے افعال ادا کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اسی احرام میں حج کے افعال ادا کئے جاتے ہیں۔

قرآن میں پہلے عمرہ اور پھر حج کیا جاتا ہے۔ عمرہ کرنے کے بعد احرام نہ کھولے۔ بلکہ اسی احرام سے افعالِ حج شروع کرے۔ قارن (قرآن کرنے والا) طواف کے چار چکر کاٹنے سے پہلے اسی احرام میں حج کی نیت کر سکتا ہے یعنی اگر اُس نے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اب اس کو قران کا احرام کر سکتا ہے۔

مناسک

ذیل کے نقشہ سے حج، عمرہ، تمتع اور قرآن کے جملہ مناسک معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ جن مناسک پر لکیریں کھینچ دی گئی ہیں۔ وُہ ادا نہیں کئے جائیں گے وضاحت کے لئے یہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ کہ ان میں سے شرط، واجب، رکن سُنّت اور اختیاری کون کون سے مناسک ہیں۔

عمرہ

۱	احرام عمرہ — شرط
۲	طواف مع رمل — رکن
۳	سعی — واجب
۴	سر منڈانا — شرط

حج

۱	احرام حج — شرط
۲	طوافِ قدوم — سنت
۳	سعی
۴	سر منڈانا
۵	دوبارہ احرام
۶	طواف قدوم
۷	سعی
۸	وقوف عرفات — رکن
۹	وقوف مزدلفہ — واجب
۱۰	رمی جمرہ عقبہ — واجب
۱۱	قربانی — اختیاری
۱۲	سر منڈانا اور احرام اتارنا — واجب
۱۳	طوافِ زیارت — رکن
۱۴	سعی
۱۵	رمی جمار — واجب
۱۶	طواف الوداع — واجب

قرآن

۱	احرام حج و عمرہ — شرط
۲	طواف مع رمل — رکن
۳	سعی — واجب
۴	سر منڈانا
۵	دوبارہ احرام
۶	طواف قدوم
۷	سعی
۸	وقوف عرفات — رکن
۹	وقوف مزدلفہ — واجب
۱۰	رمی جمرہ عقبہ — واجب
۱۱	قربانی — واجب
۱۲	سر منڈانا اور احرام اتارنا — واجب
۱۳	طواف زیارت — رکن
۱۴	سعی
۱۵	رمی جمار — واجب
۱۶	طواف الوداع — واجب

تمتع

جبکہ قربانی ساتھ نہ ہو

۱	احرام عمرہ — شرط
۲	طواف مع رمل — رکن
۳	سعی — واجب
۴	سر منڈانا
۵	دوبارہ احرام
۶	طواف قدوم
۷	سعی
۸	وقوفِ عرفات — رکن
۹	وقوفِ مزدلفہ — واجب
۱۰	رمی جمرہ عقبہ — واجب
۱۱	قربانی — واجب
۱۲	سر منڈانا اور احرام اتارنا — واجب
۱۳	طوافِ زیارت — رکن
۱۴	سعی — واجب
۱۵	رمی جمار — واجب
۱۶	طوافِ لوداع — واجب

جبکہ قربانی ساتھ ہو

۱	احرام عمرہ — شرط
۲	طواف مع رمل — رکن
۳	سعی — واجب
۴	سر منڈانا
۵	تجدید احرام
۶	طواف قدوم
۷	سعی
۸	وقوف عرفات — رکن
۹	وقوفِ مزدلفہ — واجب
۱۰	رمی جمرہ عقبہ — واجب
۱۱	قربانی — واجب
۱۲	سر منڈانا اور احرام اتارنا — واجب
۱۳	طواف زیارت — رکن
۱۴	سعی — واجب
۱۵	رمی جمار — واجب
۱۶	طواف الوداع — واجب

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۷ سے آگے)

جنہیں عقیدت تھی جو ادب اور طاعت کرتے تھے - ان میں سے کوئی صدیقؓ کوئی فاروقؓ بن گیا - جو ان چیزوں سے محروم رہے وہ مسجد نبوی میں آپؐ کے مقتدی بن کر بھی جہنم کے ایندھن بنے - جیسے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی -

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراضِ روحانی سے شفایاب ہوکر مرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

(بقیہ شکر گزاری کی برکتیں صفحہ ۱۳ سے آگے)

شکریہ کے نامناسب طور پہ ادا کرنے کے گناہ سے توبہ کر رہا ہوں - لوگوں نے پوچھا کہ آخر وہ کونسا گناہ ہے فرمایا کہ ایک دن بغداد کے بازار میں آگ لگ گئی - ایک شخص دوڑا ہُوا میرے پاس آیا اور بولا کہ تمہاری دوکان آگ کی نذر ہوگئی میں بول اُٹھا - "الحمدللہ اب مجھے کسی چیز کی فکر دامنگیر نہ ہوگی - بعد میں بڑا پشیمان ہُوا - میری اس خواہش کے یہ معنی تھے کہ میں دنیاوی جھگڑوں سے آزاد ہوکر اپنے دوسرے برادرانِ ملت سے بہتر حالت میں رہنا چاہتا تھا - تیس برس سے مجھے یہ خوف ہے کہ محض اس خیال کی سزا میں میری بخشش نہ روک دی جائے - میں برابر نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ توبہ کرتا ہوں"

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۱- نظام آباد - الہ آباد درویش نذیر قادری وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۲- راولپنڈی مولوی نور حسین صاحب ناظم دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار

سے حاصل کریں

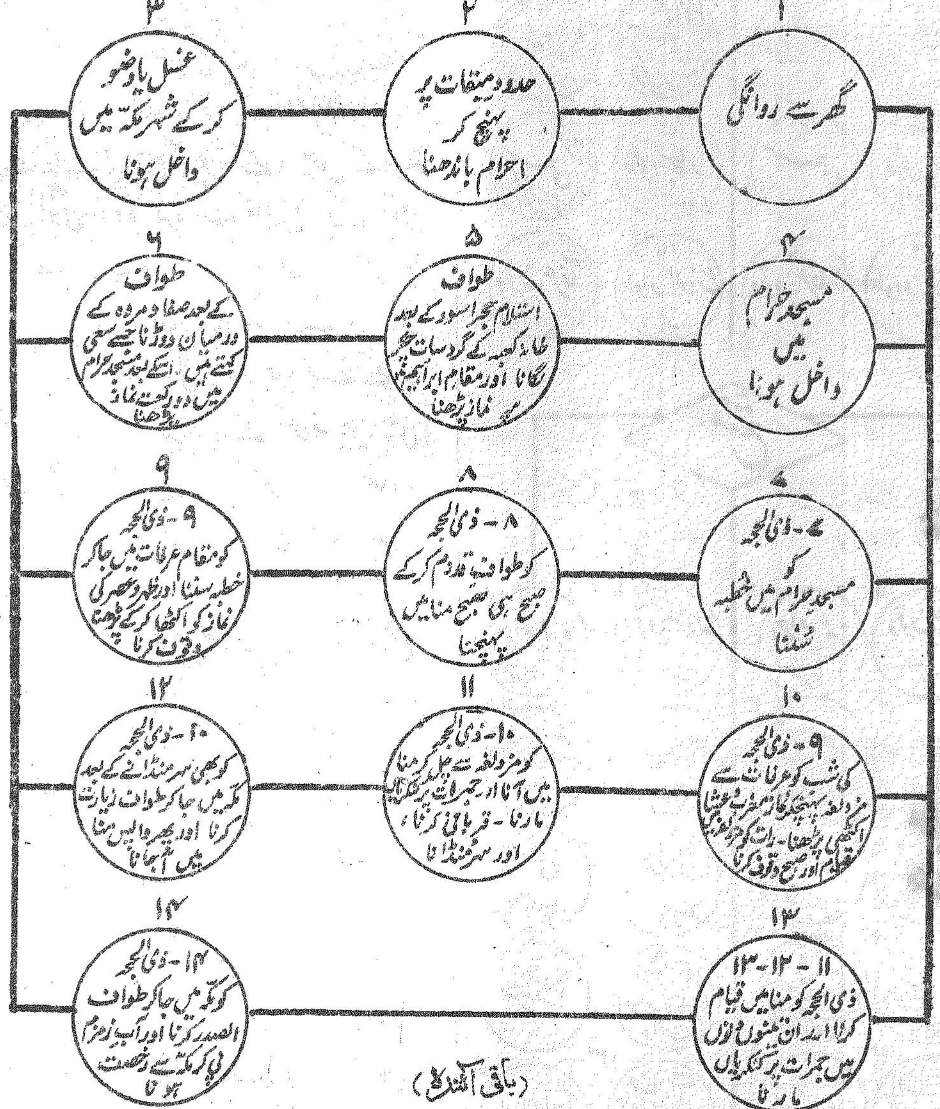
نقشہ ترتیب ادائیگی حج

- گھر
۱- حدود میقات جہاں پہنچ کر احرام باندھا جاتا ہے
۲- حدود حرم - پاس ادب کے باعث یہاں پیدل چلنے لگتے ہیں
۳- شہر مکہ
۵- مسجد حرام - باب السلام سے داخل ہوتے ہیں
۶- مطاف جہاں طواف کیا جاتا ہے
۷- سعی صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں
۸- قیام گاہ مکہ

حدود میقات
حدود حرم
حدود شہر
صفا
مروہ
مطاف
خانۂ کعبہ
مقام ابراہیم
عرفات
مزدلفہ
منا
افریقہ

نقشہ ترتیب ادائیگی افعالِ حج

ذیل کے نقشے کے ذریعے نہایت اختصار سے بتایا گیا ہے کہ ایک حاجی کو گھر سے روانہ ہوکر اختتام حج تک کیا کچھ اور کس ترتیب سے کرنا ہوگا



(باقی آئندہ)